وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا بَعْدَ
تَجْوِیْدِكَ لِلْحُرُوْفِ لَابُدَّ مِنْ مَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

مُعِینُ الْوَقْفِ

بر

جَامِعُ الْوَقْفِ

متن از

مخدوم القراء مجود اعظم ہند حضرت قاری مقری شیخ محب الدین احمد صاحب الہ آبادی

تعلیق و تحشیہ از

فاضل قراءت سبعہ حضرت قاری مقری شکیل احمد صاحب رضا نوری حفظہ اللہ
صدر المدرسین دار العلوم سلطان الہند و رضا بھیلواڑہ (راجستھان)

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

بَعْدَ تَجْوِیْدِكَ لِلْحُرُوْفِ لَابُدَّ مِنْ مَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

مُعِیْنُ الْوَقْفِ

بر

جَامِعُ الْوَقْفِ

مَتن از

مخدوم القرا، مجوّدِ اعظم ہند حضرت قاری مقری شیخ محب الدین احمد صاحب الٰہ آبادی

تعلیق و تحشیہ از

فاضل قراءتِ سبعہ حضرت قاری مقری شکیل احمد صاحب نوری حفظہ اللہ

صدر المدرسین دار العلوم سلطان الہند و رضا بھیلواڑہ (راجستھان)

ناشر

جیلانی بکڈپو

۵۲۳ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

نام کتاب : مُعینُ الوقف

مصنف : مخدوم القراء مجود اعظم ہند حضرت قاری مقری شیخ محب الدین احمد صاحب الہ آبادی

نام تعلیق وتحشیہ : جامع الوقف

محشی : فاضل قراءت سبعہ حضرت قاری مقری شکیل احمد رضا نوری حفظہ اللہ پیلی بھیت

قیمت :

ناشر : جیلانی بکڈپو دہلی

ملنے کے پتے:

دارالعلوم سلطان الهند و رضا، سانگانیری گیٹ، بھیلواڑا (راجستھان)

قادری چشتی بک ڈپو، گلمنڈی، بھیلواڑہ (راجستھان)

قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ، نومحلا، بریلی شریف (یو. پی.)

مکتبہ نعیمیہ، ۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۱، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

رضوی کتاب گھر، ۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

Published by:

jilani BOOK DEPOT

523, Waheed Kutub Market, Matia Mahal, Jama Masjid
Delhi-6, Ph.: 011-32715295 Mob.: 9350046577
E-mail : jilani.book.depot@gmail.com

-: الانتساب :-

احقر اپنی اس حقیر تعلیق کو عطائے رسول سلطان الہند خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے منسوب کرتے ہوئے **معین الوقف** کے نام سے موسوم کرتا ہے جن کی روحانی مدد نے ہر مشکل مقام پر میری راہنمائی فرمائی مولیٰ تعالیٰ آپ کے توسل سے اس کو مقبول و مفید فرمائے۔ آمین......

احقر شکیل احمد نوری عفی عنہ

☆ تھدیہ ☆

میں اپنی اس حقیر سعی کو سلطان المناظرین اجمل العلماء حضور محمد اجمل شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ وسید المناظرین عالم ربانی حضرت مفتی محمد حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سنبھلی اور اپنے والد بزرگوار جناب جمیل احمد صاحب قادری حفظہ اللہ کی بارگاہوں میں پیش کرنے کی سعادت کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر شکیل احمد نوری نصروی

پیلی بھیت شریف

تقریظ جلیل

استاذ القراء حضرت مولانا قاری مقری شیخ احمد جمال صاحب قبلہ
شیخ التجوید والقرأت جامعہ امجدیہ گھوسی

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزی حضرت مولانا قاری مقری شکیل احمد صاحب نوری شیخ التجوید والقرأت دار العلوم سلطان الہند و رضا شہر بھیلواڑہ راجستھان فن علم تجوید و قرأت میں ماہر و معتمد ہیں کئی سالوں سے دار العلوم ھذا میں تجوید و قرأت کے فن کو انتہائی لگن اور بھرپور محنت و مستعدی کے ساتھ فروغ دینے میں مصروف ہیں اسکے اچھے ثمرات بھی ہر سال سامنے آتے ہیں انہوں نے فن تجوید کی معیاری کتاب **ضیاء القرأت** کا حاشیہ **ایضاح القرأت** تحریر فرما کر اہل فن کے سامنے پیش کیا جو کہ نہایت تحقیقی اور وسیع معلومات پر مشتمل ہے اسکے بعد اپنی دوسری تصنیف **جامع الوقف** کا حاشیہ **معین الوقف** پیش کیا ماشاء اللہ جل شانہٗ اس حاشیہ سے انکی صلاحیت و قابلیت ظاہر ہے انہوں نے ترتیل کے دوسرے جز یعنی علم وقف کے اہم مسائل کو اخذ فرما کر کتابی شکل میں اہل علم و فن کے سامنے پیش کیا اس حاشیہ کو اول تا آخر دیکھا حاشیہ بیحد پسند آیا ماشاء اللہ بہت عمدہ اور جامع تشریح ہے، امید ہیکہ ارباب علم و فن بھی پسند فرما کر اس حاشیہ سے مستفید و مستفیض ہونگے۔ میری دلی دعاء ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ حضرت قاری صاحب کی تصنیفات کو زیادہ سے زیادہ شائقین فن کے لئے نافع بنائے اور مزید تصنیفات و تالیف کی توفیق مرحمت فرمائے اور انکے علم و عمل و عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور اس حاشیہ کو متن کی طرح مقبول انام فرمائے آمین ثم آمین

یا رب العلمین ربنا تقبل منّا انک انت السمیعُ العلیم

جمال القادری الاعظمی
خادم القرأت الجامعۃ الامجدیہ گھوسی۔ مئو۔ یوپی
۲۵ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۴ر دسمبر ۲۰۰۸ء بروز چہار شنبہ

اظہار تشکر

میں استاذ القراء حضرت مولانا قاری مقری شیخ احمد جمال صاحب مدظلہ النورانی شیخ التجوید والقرأت جامعہ امجدیہ گھوسی کا بیحد ممنون ہوں کہ حضرت دام ظلہٗ العالی نے مکمل تعلیق کو پورے غور وخوض سے پڑھ کر اس کی تائید وتوثیق فرمائی معا **ایضاح القرأت برضیاء القرأت** کی بھی اوران احباب ومخلصین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اس تعلیق کی تالیف کے وقت کسی بھی طرح میرا تعاون فرمایا یا اس کی طباعت کیلئے کوشش فرمائی، بالخصوص پیکر اخلاص فخر العلماء حضرت مولانا الحاج حفیظ الرحمن صاحب قبلہ مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم سلطان الہند ورضا، عزیز القدر الحافظ القاری محمد محمود عالم رضوی سلمہ، فخر الحفاظ حضرت الحافظ القاری محمد قمر الدین صاحب رضوی اور میرے مخلص کرم فرما زینت الحفاظ حضرت حافظ وقاری محمد مقصود احمد خاں صاحب قبلہ چشتی اکبری اٹاوی ان میں سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے مصروفیات کے باوجود مسودہ کی کتابت کی خدمت انجام دی جو کہ ایک اہم خدمت ہے۔ مولائے کریم ان تمام کو جزائے جزیل عطا فرمائے...آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

احقر شکیل احمد نوری عفی عنہ

❁ ❁

ایک ضروری گذارش

اصحاب علم وفن سے گذارش ہے کہ کتاب کی توضیح وتشریح یا فوائد کے نقل کرنے میں کوئی غلطی پائیں تو براہِ کرم احقر کو مطلع فرمائیں اخلاص پر مبنی ناصحانہ مشوروں کو میں قبول کرونگا اور آئندہ طباعت میں اسکا ازالہ، مگر مہربانی فرما کر تغلیط میں جلدی نہ کریں کیونکہ ہر مسئلہ کا مکمل جائزہ لیکر بہت ہی غور و فکر کے بعد معرضِ تحریر میں لایا گیا ہے

اے عفوو غفور رحیم وکریم معبود مجھے اس کا احساس ہے کہ اس کتاب میں مجھ سے ضرور غلطیاں ہوئی ہوں گی ان سب کو معاف فرما، آئندہ میرے دماغ کو اپنے فضل اور میرے پیارے آقا ﷺ کے طفیل غلطی سے محفوظ فرما، اور اس سعیِ حقیر کو قبول فرما۔ آمین.....

xxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxx

xxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxx

جامع الوقف

بسم اللہ[1] الرّحمن الرّحیم

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیم

بموجب[2] ارشاد باری تعالیٰ وَ رَتِّلِ[3] القُرآنَ تَرتِیلاً ۔ قرآن مجید کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنا چاہیے، اس کے خلاف پڑھنے میں عقاب[4] اور تہدید کا خوف ہے۔ حرفوں کو ان کے مخارج وصفات سے ادا کرنے اور وقف کے قواعد و مواقع پہچاننے کو ترتیل[5] کہتے ہیں۔ ترتیل اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج وصفات سے ادا کرنے کے ساتھ وقف کرنے میں قواعد وقف اور مواقع کی بھی رعایت[6] کرے۔ ترتیل ہی کا دوسرا جزو علم وقف بھی ہے۔ اہمیت کے لحاظ سے علم وقف کسی طرح علم تجوید سے کم نہیں، جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ہوتا ہے اسی آیت[7] سے علم وقف کا بھی وجوب ثابت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ

حواشی

[1] حضرت مؤلف نے اپنی کتاب کی ابتدا بسم اللہ اور اللہ کی حمد سے فرمائی اس ابتداء میں اتباع ہے قرآن وحدیث کی کہ قرآن عظیم کی ابتداء بھی بسم اللہ اور اللہ کی حمد سے ہے اور حدیث کُلُّ اَمرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبدَأ بِبِسمِ اللہِ فَهُوَ اَقطَعُ ۔ یعنی ہر وہ محترم کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے تو اس میں بے برکتی رہتی ہے ۔ اور ایک روایت میں بحمدِاللہِ فَهُوَ اَقطَع ہے۔ اب یہاں ابتدا کے بارے میں دو حدیث جمع ہو گئیں تو لہٰذا تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ بسم اللہ میں ابتدا حقیقی مراد ہے ۔ اور حمد میں اضافی یا عرفی مراد ہے۔ یا دونوں میں عرفی۔ اب تعارض بھی نہ رہا۔ حقیقی جو سب سے مقدم ہو، اضافی جو بعض سے مقدم اور بعض سے مؤخر ہو۔ اور عرفی جو مقصود سے پہلے ہو ۱۲ /

۲ بمعنی موافق

۳ اور قرآن کو خوب ترتیل سے پڑھو

۴ سزا اور ڈانٹ ڈپٹ

۵ یہ ترتیل کی تعریف ہے اور یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ترجمہ ہے۔ **الترتیل هو تجويد الحروف و معرفة الوقوف** یعنی ترتیل کا مطلب حروف کو تجوید سے ادا کرنا اور وقوف کی پہچان ہے۔ لغۃً اس کے معنی ہیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ۱۲/

۶ یعنی کامل طور پر ترتیل پر عمل اسی وقت ہوگا جب قاری دونوں چیزوں کی رعایت کرے ۱۲/

۷ یعنی وَرَتِّلِ القرآن ترتیلا سے اور اسکا وجوب تجوید کی طرح حدیث و اجماع سے بھی ثابت ہے

ثبوت بالحدیث، ....

عَن عَبدِ اللّٰہِ ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما یقُول لَقَد عِشنَا بُرهَةً مِّن دهرِنا وَاِنَّ اَحَدَنا لَيُؤتَى الايمانُ قَبلَ القرآن وَتَنزِلُ السُّورَةُ علىٰ مُحمّدٍ ﷺ فَتَعلَّمُ حَلالَهَا وَحَرَامَهَا وَمَا يَنبَغِى اَن يُوقَفَ عِندَهُ مِنهَا كَمَا تَتَعلَّمُونَ اَنتُمُ القُرآنَ اليَومَ۔

یہ حدیث بیہقی میں وارد ہے جسے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے الاتقان صفہ ۱۶۶ پر بیان فرمایا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہماری اپنی زندگی کا ایک طویل زمانہ اس طرح گزرا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص پر قرآن پڑھنے سے پہلے اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا تھا اور جب کوئی سورت آپ پر نازل ہوتی تو ہم سب صحابہ آپ ﷺ سے اس کے حلال و حرام اور احکام سیکھتے تھے۔ نیز ان مقامات کو بھی معلوم کرتے تھے جہاں دوران تلاوت ٹھہرنا چاہئے جس طرح تم آج قرآن سیکھتے ہو۔

امام نحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صحابہ کرام قرآن سیکھتے تھے اسی طرح وقوف قرآن کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ وقف کی تعلیم پر صحابہ کا اجماع ہے (اتقان صفحہ ۱۶۶) اور محقق جزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف اس بات کی دلیل ہے کہ علم تجوید ووقف کی تعلیم واجب ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث اس بات کی قوی حجت ہے کہ اوقاف کا سیکھنا اجماع صحابہ سے ثابت ہے پس اجماع صحابہ اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ کذا قال علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ خلاصہ یہ ھیکہ وقف کا وجوب قرآن وحدیث اور اجماع تینوں سے ہے۔

ثبوت بالقرآن۔ وَرَتِّلِ القُراٰنَ الخ۔ ثبوت بالحديث۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنهما يَقُولُ لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِّنْ دَهْرِنَا الخ! وغیرہ۔

ثبوت بالاجماع۔ آج تک سلف وخلف میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ ۱۲/

بڑی خوبی یہ ہیکہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کریم کی معرفت[۸] حاصل ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں لیکن جس وقت اوقاف میں غلطی کرتے ہیں تو سن کر بڑی کلفت ہوتی ہے ۔ ہر قاری کو علم تجوید، علم قرأت، علم رسم کے ساتھ علم وقف[۹] کا جاننا بھی ضروری ہے حتی کہ اسی پر قاری کی تکمیل[۱۰] موقوف ہے۔ اس سے علم وقف کی اہمیت ظاہر ہے لہٰذا علم وقف میں ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت معلوم ہوئی جس میں احکام وقف کے ساتھ سکتہ، سکوت اور قطع کے احکام بھی معلوم ہوسکیں یہ کتاب ان تینوں احکام کی حامل ہے اس وجہ سے اس کتاب کا نام جامع الوقف ہے اللہ تعالیٰ علم تجوید کے ساتھ طلباءِ فن کو علم وقف کے حصول کی بھی توفیق عطا فرماوے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ۔

---

۸ یعنی قرآن پاک کو تجوید کے ساتھ ساتھ اوقاف کی بھی رعایت کے ساتھ پڑھا جائے تو قرآن عظیم کے معنی کی وضاحت اور پہچان حاصل ہوتی ہے اور بلامعرفتِ وقف کے قرآن پاک کے معانی ومفاہیم نہیں سمجھ سکتے چنانچہ نہایہ میں ہے **مَنْ لم یعرِفِ الوقفَ لَمْ یَعْرِفِ القرآن**۔
یعنی جس نے وقف کے مواضع نہ پہچانے اس نے قرآن کے معانی نہیں سمجھے۔ ۱۲ر

۹ علم وقف وہ علم ہے جس کے ذریعہ محل وقف (وقف کرنے کی جگہ) اور کیفیت وقف (کس طرح وقف کیا جاتا ہے) کے قواعد سمجھ سکیں اسکا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور غرض وغایت وضاحت معنی اور صحت وقف ہے۔ ۱۲ر

۱۰ لہذا مجیز ومقری کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ فقط تجوید حروف کی بنا پر کسی کو سندِ اجازت دے بلکہ وقف وابتدار کے مسائل سے بھی واقف کرائے۔ کامل اطمینان کے بعد ہی سند کی اجازت دے۔ ۱۲ر

جامع الوقف ۔: پہلا سبق

اصطلاحات وقف اور اسکی تقسیم ۔:

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنے اور رکنے کے ہیں اصطلاح قراء کے اعتبار سے پڑھنے میں یہ چار[۱] طرح پر واقع ہوتا ہے۔

۱۔ وقف ۲۔ سکتہ ۳۔ سکوت ۴۔ قطع ۔ اس کتاب میں انہیں چاروں کا بیان مقصود ہے ہر ایک کی تعریف اس کے موقع پر بیان کیجائیگی۔ علم وقف میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے (اول) کیفیت وقف۔ (دوسرا) محل وقف۔

۱۔ جس طرح وقف ہوتا ہے اس کو کیفیت وقف کہتے ہیں۔

۲۔ جس جگہ وقف ہوسکتا ہے اسکو محل وقف کہتے ہیں۔

کیفیت وقف کی چار صورتیں ہیں ۔:

۱۔ کیفیت وقف بلحاظ ادا ۲۔ کیفیت وقف بلحاظ اصل

۳۔ کیفیت وقف بلحاظ رسم ۴۔ کیفیت وقف بلحاظ وصل

۱۔ یعنی قاری پڑھتے پڑھتے ٹھہر جائے تو یہ پڑھنا چار طرح پر واقع ہے۔ پس اگر صرف قطع صوت ہے تو سکتہ اور اگر قطع صوت کے ساتھ ساتھ قطع نفس بھی ہے تو وقف ہوگا۔ اور اگر متعلقات قرأت کیوجہ سے وقف میں مزید تاخیر ہوئی تو سکوت کہیں گے اور اگر قطع قرأت ہے تو قطع کہتے ہیں۔ ۱۲ر
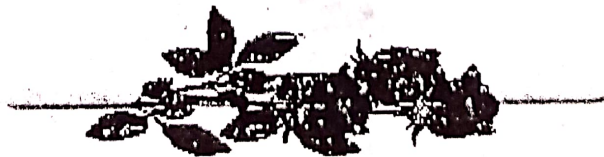
کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ وقف بالاسکان ۲۔ وقف بالاشمام

۳۔ وقف بالرّوم ۴۔ وقف بالابدال

کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ وقف بالسکون ۲۔ وقف بالتشدید ۳۔ وقف بالاظہار ۴۔ وقف بالاثبات

محل وقف کی چار صورتیں ہیں ۔:

۱۔ وقف تام ۲۔ وقف کافی ۳۔ وقف حسن ۴۔ وقف قبیح

وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں

۱۔ وقف اختیاری ۲۔ وقف اضطراری ۳۔ وقف اختباری ۴۔ وقف انتظاری

۱۔ جو وقف قصداً کیا جائے اسکو وقف اختیاری[۲] کہتے ہیں۔

۲۔ جو وقف بلا قصد واقع ہو اسکو وقف اضطراری[۳] کہتے ہیں۔

۳۔ جو وقف کسی کلمہ پر کیفیت[۴] یا محل وقف[۵] سمجھنے کی غرض سے کیا جائے اس کو وقف اختباری[۶] کہتے ہیں۔

۴۔ جو وقف اختلاف قرأت پورا کرنے کی غرض سے کیا جائے اسکو وقف انتظاری[۷] کہتے ہیں۔ یہ وقف اختلاف قرأت ادا کرنے پر موقوف ہے۔

۲۔ مثلاً استراحت وغیرہ کی وجہ سے وقف کیا جائے۔ ۱۲ر

۳۔ مثلاً تنگئی سانس یا کھانسی یا کسی اور وجہ سے مجبوراً وقف کیا جائے اس وقف کو وقف اضطراری کہتے ہی اس لئے ہیں کہ اضطرار کے معنی مجبوری اور لاچاری کے آتے ہیں اور یہ وقف بھی مجبوراً ہی کیا جاتا ہے۔ ۱۲ر

۴ یعنی اسکان، اشمام، روم، ابدال، ۱۲ر

۵ یعنی تام ، کافی ، حسن ، قبیح ، ۱۲ر

٦ کیونکہ اختبار کے معنی آزمائش اور جانچنے کے آتے ہیں۔اور یہ وقف بھی سمجھنے یا سمجھانے کی غرض سے کیا جاتا ہے اس لئے اسکو وقف اختباری کہتے ہیں۔ ۱۲ر

۷ چونکہ یہ وقف ایک اختلاف پڑھنے کے بعد دیگر اختلافات کو پورا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے یعنی اس اختلاف قرأت کا انتظار رہتا ہے اس لئے اس کو وقف انتظاری کہتے ہیں۔ ۱۲ر

﴿جامع الوقف۔ دوسرا سبق﴾

وقف بلحاظ[1] ادا اور اس کی تعریف۔

۱۔ حرف موقوف[2] علیہ متحرک کو ساکن[3] پڑھنا۔ اسکو وقف بالا سکان کہتے ہیں۔

۲۔ حرف موقوف علیہ مضموم کو ساکن کرتے ہوئے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ[4] کرنا اسکو وقف بالاشمام[5] کہتے ہیں۔

۳۔ حرف موقوف علیہ کی حرکت کو اس قدر ضعیف اور ہلکا پڑھنا کہ صرف قریب والا سن کر اس کی حرکت معلوم کر سکے اسکو وقف بالروم[6] کہتے ہیں۔

۴۔ حرف موقوف علیہ کے دو زبر کو الف سے اور تائے مدورہ[7] کو ہائے ساکنہ سے بدل کر پڑھنا اسکو وقف بالابدال کہتے ہیں۔ وقف بالا سکان زبر، زیر، پیش تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے چاہے حرکت اصلی ہو یا عارضی[8] وقف بالاشمام صرف حرف موقوف علیہ مضموم[9] میں ہوتا ہے۔ وقف بالروم حرف موقوف علیہ مضموم اور مکسور[10] میں ہوتا ہے۔ وقف بالابدال زبر والی تنوین اور تائے مدورہ میں ہوتا ہے۔

تنبیہ۔: سکون[11] اصلی، حرکت عارضی[12]، میم جمع[13]، ہائے تانیث[14]، ہائے سکتہ[15] میں روم واشمام جائز نہیں[16]۔

۱۔ موقوف علیہ حرف کی ادائیگی کے اعتبار سے وقف کرنے کے طریقے کو کیفیت وقف بلحاظ ادا کہتے ہیں۔ ۱۲/

۲۔ یعنی جس پر وقف کیا جائے۔ ۱۲/

۳۔ کہ حرکت کی بو تک باقی نہ رہے۔ ۱۲/

۴۔ یعنی لبوں کو بلا آواز اس طرح گول کرنا جیسے ضمہ ادا کرتے وقت کئے جاتے ہیں۔ ۱۲/

۵ کیونکہ اشمام کے لغوی معنٰی سونگھنے یا سونگھانے کے ہیں لہذا جس طرح سونگھنے سونگھانے میں آواز نہیں ہوتی اسی طرح اشمام میں بھی آواز نہیں ہوتی اس لئے قرار نے یہ نام اختیار کیا۔ ۱۲/

۶ کیونکہ روم کے معنٰی قصد وارادہ کرنے کے ہیں اور چونکہ اس میں موقوف علیہ کی حرکت کے اظہار کا قاری کو قصد وارادہ کرنا پڑتا ہے اس لئے اہل فن نے یہ نام اختیار کیا ہے۔ اور روم واشمام سے فائدہ یہ ہے کہ سامع اور ناظر کو موقوف علیہ کی اصلی حرکت کا علم ہو جائے یعنی سامع روم میں اور ناظر اشمام میں موقوف علیہ کی اصلی حرکت معلوم کرلے چنانچہ اتقان صفحہ ۱۷۸ پر ہے۔ بیانُ الحَرَکتِ الّتی تَثبُتُ فی الوَصْلِ لِلحرفِ الموقُوفِ علیہ لیَظْھَرَ للسامعِ اوالناظِرِ کَیفَ تِلکَ الحرکۃُ المَوقُوفُ عَلَیْھَا ۱۲/

۷ یعنی گول ۃ ۱۲/

۸ مگر حرکت عارضی کی صورت میں وقف بالسکون کہیں گے کیونکہ حرکت عارضی کو وقف میں اصل کے مطابق ساکن پڑھا جائے گا دیکھو ضیاء الترتیل وغیرہ۔۔۔

۹ فتحہ اور کسرہ میں نہیں کیونکہ اشمام میں انضمام شفتین ہے جبکہ فتحہ انفتاحِ فم سے ادا ہوتا ہے۔ اور انفتاحِ فم اور انضمام شفتین باہم اضداد ہیں جو ایک وقت میں ادا نہیں ہوسکتی ہیں اسی طرح کسرہ انخفاض فم سے ادا ہوتا ہے لہذا یہ بھی انضمام شفتین کے مخالف ہے۔ ۱۲/

۱۰ فتحہ میں نہیں کیونکہ یہ حرکت خفیفہ ہے اس کو جس وقت بھی ادا کیا جائے گا تو وہ اخف الحرکات اور ادائیگی میں تیزی کی بنا پر کامل ہی ادا ہوگا۔ اور کمی کرنے میں فتحہ کے فقدان کا اندیشہ ہوگا۔ ۱۲/

۱۱ جیسے وانحَرْ وغیرہ ۱۲/

۱۲ مثل اِنِ ارْتَبْتُمْ کے نون پر ۱۲/

۱۳ مثل عَلَیْھِمُ الذلہ کی میم پر ۱۲/

۱۴ ورحمۃ، نعمۃ ۱۲/

۱۵ مثل کتابیہ وغیرہ ۱۲/

۱۶ کیونکہ روم واشمام سے مقصود حرف موقوف علیہ کی حرکت کا پتہ دینا ہے مگر جب یہاں حرف موقوف علیہ پر حرکت ہی نہیں ہے تو ظاہر کس کو کیا جائے لہذا مواضع مذکورہ میں اصل میں سکون موجود ہونے کی بنا پر روم واشمام نہ ہوگا ۱۲/

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جامع الوقف۔ تیسرا سبق۔

وقف بلحاظ اصل[1] اور اس کی تعریف:۔

۱ حرف موقوف علیہ ساکن ہو تو اس کو وقف بالسکون کہیں گے جیسے۔ فَلَا تَقْهَرْ وغیرہ۔

۲ حرف موقوف علیہ مشدد ہو تو اسکو وقف باتشدید کہیں گے جیسے۔ مُسْتَمِرٌّ وغیرہ۔

۳ حرف موقوف علیہ مدغم یا حرف مخفی[2] واقع ہو تو اسکو وقف بالاظہار کہیں گے جیسے يَلْهَثْ ط ذالک وغیرہ۔

۴ حرف موقوف علیہ حرف مد واقع ہو تو اس کو وقف بالاثبات کہیں گے جیسے۔ وَلَاتَسْقِى الْحَرْثَ وغیرہ۔ وقف بالسکون یہ محض حرف ساکن پر ہوتا ہے اسکو وقف بالاسکان کہنا جائز نہیں وقف بالسکون میں کوئی حرکت نہ ظاہر ہونا چاہئے ورنہ لحنِ جلی ہو جاویگی۔ وقف باتشدید یہ صرف حرف مشدد پر ہوتا ہے اسوقت حرف مشدد کو ساکن کرتے ہوئے تشدید کے پہلے سکون میں ایک حرف کی تاخیر مزید ادا کرنی ہوگی تاکہ تشدید تام[3] ادا ہو وقف بالاظہار یہ حرف موقوف علیہ مدغم اور حرف مخفی پر ہوتا ہے لہذا بحالت وقف اخفا یا ادغام نہ ہونا چاہئے۔

---

۱ حرف موقوف علیہ کی اصلی حالت کے موافق وقف کرنے کے طریقے کو کیفیت وقف بلحاظ اصل کہتے ہیں۔ ۱۲/

۲ یعنی جس حرف کا اخفا کیا جائے جیسے مَنْ كَانَ میں نون کا اخفاء ۱۲/

۳ ورنہ لحن جلی ہو جائیگی کیونکہ ایک حرف کی مزید تاخیر نہ کرنے سے ایک حرف کی کمی ہو جائیگی۔ ۱۲/

وقف بالاثبات یہ حرف مد کے ساتھ مخصوص ہے اس میں حرف مد محذوفہ کا ثابت

رکھنا ضروری ہے خواہ حذف بوجہ وصل ہو جیسے **لٰكِنَّاْ هواللّٰه** وغیرہ

یا حذف بوجہ اجتماعِ ساکنین ہو جیسے **قالا الحمد** وغیرہ

یا حذف بوجہ[1] رسم ہو جیسے **یَسْتَحْیٖ** وغیرہ۔

---

[1] یعنی رسم کی وجہ سے ہو مثل **یَسْتحْیٖ** یہ دو یا کے ساتھ **یَسْتَحْیِیْ** تھا تماثل فی الرسم کی وجہ سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے مگر وقفاً اسکو ثابت رکھا جائے گا ثابت رکھنے کی وجہ اور تماثل فی الرسم کی تعریف ایضاح القرأت میں دیکھو ۱۲ر

جامع الوقف۔ چوتھا سبق

وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل اور انکی صورتیں۔

کیفیت وقف بلحاظ رسم[1] کی دو صورتیں ہیں۔

۱ جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے وہ وصلاً اور رسماً[2] متحد ہو مثل **کِتَابِیَهْ** اس کو وقف موافق رسم کہتے ہیں۔ ۲ جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے صرف رسماً موافق ہو مثل **الظّنونا** وغیرہ، اسکو بھی وقف موافق رسم[3] کہتے ہیں۔

تنبیہ:۔ وقف میں اگر چہ متابعت رسم ضروری ہے لیکن جن کلمات کے الف قرأۃً ثابت ہی نہیں ان پر وقف موافق رسم[4] نہ کرنا چاہئے مثل **قواریرا ثانی** سورہ دہر کے اور **ان تبوءا** وغیرہ۔ کیفیت وقف بلحاظ[5] وصل کی بھی دو صورتیں ہیں۔

۱ جو الف خلاف قرأت مرسوم ہو مثل **ثمودا** اور **لیربوا** وغیرہ وہ وصل کی طرح وقف میں بھی محذوف ہوگا اور آخر حرف ساکن[6] پڑھا جائے اسکو وقف موافق وصل کہتے ہیں ۲ جو حرف مد مقرر رسماً محذوف ہو مثل **لِتَسْتَوٗ** وغیرہ وہ وقف میں بھی پڑھا جائے گا اس کو بھی وقف موافق وصل کہتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں وقف موافق رسم جائز نہیں، فائدہ: لفظ سَلاَسِلاَ پر حذف الف مع سکون لام **سلاسل** اور **فما اٰتان** پر یائے ساکنہ کے ساتھ **فمآ اٰتنی** وقف موافق وصل بھی جائز[7] ہے۔

---

۱ حروف موقوف علیہ کی رسم کے مطابق وقف کرنے کے طریقے کو کیفیت وقف بلحاظ رسم کہتے ہیں۔ ۱۲

۲ یعنی وصل اور کتابت دونوں کے اعتبار سے ایک ہو مثلاً **کتابیہ** وغیرہ میں ہائے سکتہ کتابت میں کتابی سے ملی ہوئی ہے اور کتابی کیساتھ وصلاً پڑھی بھی جاتی ہے اور بوجہ رسم وقف میں بھی باقی رہتی ہے اسکو وقف موافق رسم اور موافق وصل کہتے ہیں۔ ۱۲

۳ مگر چونکہ موجودہ صورت میں وقف صرف رسم کے مطابق ہوتا ہے لہذا اسکو وقف موافق رسم اور مخالف وصل کہتے ہیں۔۱۲/

۴ یعنی وقف تابع رسم الخط والا قاعدہ ہر جگہ جاری نہ ہوگا بلکہ وہیں جاری ہوگا جہاں **الف** قرأۃً بھی ثابت ہو لہذا **قواریرا ثانی** جیسی مثالوں میں وقف میں الف نہیں پڑھا جائیگا یہاں قرأت کو رسم پر ترجیح دی گئی ہے کیونکہ قرأۃ وروایت رسم پر مقدم ہے پس قرأۃ کو جہاں رسم سے اختلاف ہوگا وہاں قرأۃ ہی کو ترجیح دی جائیگی۔ ۱۲/

۵ یعنی وصل کے مطابق وقف کرنے کے طریقے کو کیفیت وقف بلحاظ وصل کہتے ہیں۔ ۱۲/

۶ مثلاً **ثَمُوْدْ** ۱۲/

۷ عبارت میں لفظ بھی جائز ہے سے اشارہ اسطرف ہیکہ ان دونوں کلموں (**سلا سلا / فما اٰتٰنِ ء اللّٰہ**) پر اتباعاً للرسم وقف موافق رسم تو ہے ہی اس کے علاوہ وقف موافق وصل بھی جائز ہے۔

پیارے بچو اس کو اس طرح سمجھو کہ کلمہ سلاسلا پر وقف کی دو وجہیں ہیں اثباتِ الف، اور حذفِ الف لہذا رسم کی پیروی میں الف کے اثبات کے ساتھ وقف موافق رسم اور اتباع روایت میں حذف الف مع سکون لام وقف موافق وصل ہوگا۔ اسی طرح **فما اٰتٰنِ ء اللّٰہ** میں وقف کی دو وجہیں ہیں اثبات یاء اور حذف یاء اتباعاً للرسم حذف یاء کے ساتھ **فما اٰتٰن** وقف موافق رسم اور اثبات یاء کے ساتھ وقف موافق وصل ہوگا اور اثبات یاء کی وجہ یہ ہیکہ یاء کو ثابت رکھکر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ حضرت حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ یاء **مقروء** ہے،

فائدہ۔ **فمآ اٰتٰنِ ء اللّٰہ** میں دو قرائتیں ہیں بعض یاء کے بغیر پڑھتے ہیں اور بعض یاء کے ساتھ جیسے حضرت حفص رحمۃ اللہ علیہ مگر رسماً یاء محذوف ہے تاکہ جو قراء حذف یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہ رسم ان کی قرات کو شامل ہو جائے اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں تو لمبی **یا** مرسوم ہے پھر اسکو محذوف کیوں کہا جا رہا ہے ؟ تو جواب یہ ہیکہ اس کو محذوف کہنا رسم عثمانی کے لحاظ سے ہے کہ اس میں یہ یاء محذوف ہی تھی مگر متاخرین نے عجمیوں کی آسانی کے لئے یاء محذوفہ کی علامت کے طور پر چھوٹی سی لمبی **یاء** لکھدی ہے بایں وجہ نون سے جدا لکھی گئی ہے۔۱۲/

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوالات
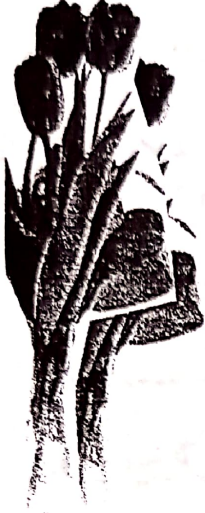
۱۔ ترتیل کسکو کہتے ہیں اور کس وقت مکمل ہوتی ہے ؟

۲۔ علم وقف کا وجوب کہاں سے ثابت ہے ؟

۳۔ علم وقف میں کن دو باتوں کا جاننا ضروری ہے ؟

۴۔ کیفیت وقف بلحاظ اصل کی صورتیں بیان کرو ؟

۵۔ وقف بالاسکان اور وقف بالسکون میں کیا فرق ہے ؟

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

جامع الوقف پانچواں سبق

وقف کی تعریف اوراس کے احکام

آخرکلمہ[۱] پرسانس اورآوازتوڑکر[۲] ٹھہرنااورسانس[۳] لینااس کووقف[۴] کہتے ہیں۔

۱ حرف موقوف علیہ متحرک کوساکن کرتے ہوئے سانس توڑدینا ضروری ہے۔

۲ وقف کرنے کے بعد دوسری سانس سے ابتدا کرنا ضروری ہے ورنہ وقف نہ ہوگا۔

۳ وقف ہمیشہ کلمہ کے آخر پر کرنا چاہئے درمیان کلمہ پر نہ ٹھہرنا چاہئے۔

۴ دوکلمہ ملاہوالکھا ہو مثل بِئْسَمَا وغیرہ توہمیشہ دوسرے کلمہ کے آخر پر ٹھہرنا چاہئے۔

۵ حرف موقوف علیہ متحرک پروقف کرتے ہوئے اس کوساکن کرنا ضروری ہے حرکت یاتنوین پرٹھہرنا جائزنہیں۔

۶ حرف موقوف علیہ متحرک میں روم، اشمام بھی جائزہے بشرطیکہ حرکت اصلی ہو۔

تنبیہ:۔ روم کی حالت میں تنوین[۵] نہ پڑھی جائیگی بلکہ اس کی حرکت میں روم ہوگا۔

۷ ہائے ضمیر[۶] روم واشمام بھی جائز[۷] ہے لیکن بحالت روم صلہ[۸] نہ ہوگا۔جیسے رَسُوْلُهٗ وغیرہ۔

۸ تائے تانیث میں بھی روم واشمام جائزہے مثل اِذا جاءک الْمُؤْمِنٰتُ وغیرہ۔

۹ حرف موقوف علیہ ہائے تانیث واقع ہو مثل نِعْمَةٌ وغیرہ تواس صورت میں وقف بالابدال ہوگا۔

۱۰ حرف موقوف علیہ منصوب منون واقع ہو۔مثل جُفَآءً وغیرہ تواس صورت میں بھی وقف بالابدال ہوگا۔

---

۱ آخرکلمہ سے مرادکلمہ مقطوعہ ہے یعنی ایسا کلمہ جو مابعد سے جدا لکھا ہو جیسے بِئْسَ۔ مَآ۔ میں بِئْسَ پروقف کرسکتے ہیں لیکن اگریہ موصول یعنی ملاکرلکھا ہو جیسے بِئْسَمَا توسین پروقف نہیں کرسکتے بلکہ مَا پرہی ہوگا۔۱۲

۱۱ حرف موقوف علیہ نون یا میمؔ واقع ہو۔ مثل مِنْ رَبِّكُمْ وغیرہ تو اس میں وقف بالاظہار ہی ہوگا اسی طرح کسی حرف مدغم یا حرف مخفی پر وقف کیا گیا تو وقف بالاظہار ہوگا۔

۱۲ جو حرف مد مرسوم بوجہ اجتماع ساکنین وصلاً محذوف ہو مثلاً قُلْنَا اهْبِطُوا، يَرْجُوا اللهَ ، يُؤْتِي الْحِكْمَةَ وغیرہ اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

۱۳ جو حرف مد بوجہ تماثل غیر مرسوم ہو اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔ مثلاً تَرَاءَ الْجَمْعٰنِ کے پہلے کلمہ پر وقف کیا گیا تو اثبات کے الف کے ساتھ تَرَاءَا[۹] ہوگا۔

۱۴ جو الف مرسوم وصلاً محذوف ہو مثل وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اور السَّبِيْلَا وغیرہ اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

۱۵ وقف رسم قرآنی کے موافق کرنا چاہئے۔ مثلاً اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ میں اٰتٰنِ پر اور اٰتٰنِ ے اللهُ میں لفظ اٰتٰنِ[۱۰] پر وقف موافق رسم ہوگا۔ لیکن مثل وَلِيِّ ے اللهُ کے یائے ثانیہ پر سکون یاء کے ساتھ وقف موافق وصل[۱۱] ہوگا۔

---

۲ بظاہر اس قید کی حاجت نہ تھی کیونکہ قطع نفس کو قطع صوت لازم ہے مگر وضاحت و توضیح کیلئے اضافہ فرمایا۔ ۱۲ر

۳ یعنی آگے پڑھنے کے ارادے سے سانس یعنی دم لینا۔ ۱۲ر

۴ لغوی معنی ٹھہرنا اور رکنا۔ ۱۲ر

۵ اس لئے کہ وقف کی حالت میں تنوین ختم ہو جاتی ہے لہذا اگر روم کرنا ہے تو اسکی حرکت میں ہوگا۔ مثلاً قَدِيْرٌ پر وقف بالروم ہو تو تنوین تو ختم ہو جائیگی اور ضمہ بقدر تہائی حصہ ادا کیا جائے گا۔ ۱۲ر

۶ ضمیر کا لغوی معنی ہے پوشیدہ ہونا اصطلاح میں کلمہ کے آخر میں مثل کاف جو ہاء لاحق ہوتی ہے اسے ہائے ضمیر کہتے ہیں۔ لسان عربی میں ستر۷۰ قسم کی ضمائر ہوتی ہیں لیکن یہاں جو ضمیر مراد ہے وہ واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے مثلاً بِهٖ ، كِتٰبَهٗ ، ضَرَبَهٗ ،

سوال۔ ھائے ضمیر کو کلام میں لانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب۔ جب کلام میں پہلے کسی اسم ظاہر کا ذکر ہو اور پھر دوبارہ اسی کا ذکر مقصود ہو تو اختصار فی الکلام کی غرض سے ضمیر کو ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن عظیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ، اصل میں یہ اس طرح ہے۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْ الکتاب اب اس آیت میں دوسرے الکتاب کو حذف کر کے اس کی جگہ ہائے ضمیر کو استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲/

۷ یعنی بوجہ اصلیت اسکان تو ہے ہی علاوہ اسکے روم واشمام بھی جائز ہے مگر ھائے ضمیر پر روم واشمام میں علمائے فن کا اختلاف ہے بعض نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعض نے مطلقاً جائز قرار دیا ہے تو بعض نے تفصیل سے کام لیا ہے، اختلاف جاننے کیلئے دیگر کتب وحواشی دیکھو۔ ۱۲/

۸ اس لئے کہ صلہ نام ہے اشباع حرکت کا یعنی ضمہ کو بقدر واؤ مدہ اور کسرہ کو بقدر یاء مدہ بڑھا کر پڑھنا اسکو صلہ اور اشباع کہتے ہیں جس کا لغوی مطلب کھینچنا ہے اور چونکہ وقف میں حرف موقوف علیہ ساکن ہوتا ہے پس جبکہ حرکت ہی نہ رہی تو صلہ کیسے ہوگا اگرچہ روم میں حرکت کا بقدر تہائی حصہ ادا ہوتا ہے لیکن صلہ حرکت کو کامل ادا کرنے کے بعد ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بھی صلہ نہ ہوگا۔ ۱۲/

۹ جو کہ اصل میں تَرَاءَیٰ ہے یا کے ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے یاء کو الف سے بدل دیا تَرَاءَا ہوگیا اب کلمہ میں ایک ساتھ تین الف رسماً جمع ہوگئے اس طور پر کہ اول راء کے بعد والا باب کا الف، دوسرا همزه اگر مرسوم ہوتا تو بصورت الف، تیسرا مبدل من الیاء، یوں تین الف لکھنے میں جمع ہوئے جیسے تراۤاا، لیکن تماثل فی الرسم کی وجہ سے ایک کو لکھکر باقی کو حذف کر دیا مگر جب اس پر وقف کریں گے تو وقف بالاثبات ہوگا، کیونکہ جو حرف مماثلت رسمی کی وجہ سے محذوف ہو وہ حکم میں مرسوم کے ہوتا ہے۔ ۱۲/

۱۰ مگر اس پر اتباع روایت میں وقف موافق وصل بھی جائز ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ ۱۲/

۱۱ یعنی وَلِیِّیَ ہوگا کیونکہ یائے ثانیہ مماثلت رسمی کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اور جو حرف تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہو تو وہ حکم میں لکھے ہوئے کے ہوتا ہے۔ ۱۲/

کی ہوگی مثل عَـدُوٌّ اور سَـوِيٌّ وغیرہ۔

۱۶ وقف با تشدید میں دیرد و حرف کی ہوگی مثل عَـدُوٌّ اور سَـوِيٌّ وغیرہ۔

۱۶ وقف با تشدید میں روم واشمام بھی جائز ہے اگر چہ منون ہو مثل دُرِّيٌّ وغیرہ۔

۱۷ وقف با تشدید میں روم واشمام بھی جائز ہے اگر چہ منون ہو مثل دُرِّيٌّ وغیرہ۔

۱۸ حرف موقوف علیہ نون یا میم مشدد ہو تو ایک الف کے برابر غنہ ہوگا۔ اگر چہ روم یا اشمام کیا جائے جیسے جَانٌّ وغیرہ۔

تنبیہ:۔ نون یا میم ساکنہ پر وقف کرتے ہوئے زائد غنہ سے احتراز کرنا چاہئے۔ لیکن اگر نون میم مشدد پر وقف کیا جائے تو غنہ ایک الف کے برابر ہوگا۔

۱۹ حرف موقوف علیہ کے ماقبل سکون اصلی ہو تو بجائے وقف بالاسکان کرنے کے وقف بالروم کرنا بہتر ہے تاکہ سکون اصلی تام ادا ہو جیسے سَبِّحْـهُ وغیرہ۔

تنبیہ:۔ اسکا بہت خیال رکھنا چاہئے کہ سکون وقفی کیوجہ سے ماقبل کا حرف ساکن متحرک نہ ہو جائے جیسے وَاسْتَغْفِرْهُ کے بجائے وَاسْتَغْفُرْهُ۔

۲۰ قُطْبُ جَدٍ کے کسی حرف پر وقف کیا جائے تو سکون وقفی میں قلقلہ کی لوٹتی ہوئی آواز خوب[۱۲] ظاہر کرنا چاہئے جیسے فَلَقٌ وغیرہ۔

۲۱ بحالت وقف حروف قلقلہ مشددہ کا قلقلہ تشدید کی تاخیر کے بعد ظاہر ہوگا جیسے وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ وغیرہ۔

تنبیہ: جو قواعد تجوید کیفیت وقف سے متعلق ہیں یہاں صرف وہی بیان کئے جائیں گے

---

۱۲ جیسا کہ محقق فن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، وَبَيِّنَنْ مُقَلْقَلًا اِنْ سَكَنَا وَاِنْ يَكُنْ فِى الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا ۔ یعنی قلقلہ والے حرف کو اگر وہ ساکن ہو تو ظاہر کرکے پڑھو اور اگر وقف میں ہو تو خوب ظاہر ہوگا۔ پھر اگر حروف قلقلہ موقوف علیہ مشدد ہوں جیسے وَتَبَّ وغیرہ تو اس حالت میں اور بھی زیادہ قلقلہ کا ظہور ہوگا کیونکہ اس صورت میں قلقلہ کے ساتھ تشدید کی قوت بھی مل جاتی ہے اور وقف کی وجہ سے قلقلہ کا وضوح بھی خوب ہوتا ہے لہذا اس حالت میں اقویٰ اور اعلیٰ ہوگا۔ قلقلہ کے متعلق سے مزید وضاحت ضیاء القرات کی تعلیق ایضاح القرأت میں دیکھو۔ ۱۲ر

۲۲ جو رار بوجہ وقف ساکن ہو یا پہلے سے ساکن ہو وہ بحالت وقف پر ہوگی بشرطیکہ ماقبل زیر یا یائے ساکنہ نہ ہو جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ وغیرہ۔

۲۳ رائے مشددہ موقوفہ پر پڑھی جائے گی بشرطیکہ ماقبل زیر نہ ہو جیسے مُسْتَقَرٌّ وغیرہ

۲۴ رائے موقوفہ بالروم بھی پر ہوگی بشرطیکہ رار خود مکسور نہ ہو جیسے قَدِيْرٌ وغیرہ۔

۲۵ رائے موقوفہ بالاشمام پر اور باریک پڑھی جانے میں وقف بالاسکان[۱۳] کے حکم میں ہے

فائدہ: لفظ فِرْقٍ پر ٹھہرنے سے رار باریک[۱۴] پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پر پڑ[۱۵]ھنا اولیٰ ہے.

۲۶ جو حروف ہمیشہ پر پڑھے جاتے ہیں انکو وقف میں پر ہی پڑھنا چاہئے جیسے عَلَيْهَا حَافِظٌ وغیرہ۔

۲۷ جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں انکو وقف میں نہ ادا کرنا چاہئے۔ مثلاً مد منفصل پر وقف کیا گیا تو مدّ نہ کرنا چاہئے جیسے۔ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ کی ھاء پر۔

تنبیہ: حرف مد پر وقف کرتے وقت اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ حرف مد کے ادا میں نہ کمی واقع ہو نہ زیادتی اور نہ حرف مد کے بعد **ہمزہ** یا **ھاء** کی آواز پیدا ہونے پائے ورنہ لحن جلی ہو جائے گا۔

۲۸ حرف موقوف علیہ مفتوح سے پہلے حرف مد واقع ہو۔ مثل اَلْعَالَمِيْنَ وغیرہ تو اسمیں طول، توسط، قصر، تینوں وجہیں جائز ہیں۔

فائدہ: حرف مد کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اسکو مد عارض کہتے ہیں۔

---

۱۳ چونکہ وقف بالاشمام میں بھی وقف بالاسکان کی طرح آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔ ۱۲/

۱۴ اس لئے کہ قاف کا کسرہ لازمی ہے اور وقف عارضی ہے لہذا وقف کے ہوتے ہوئے بھی کسرہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ (کذا فی التنویر)

۱۵ کیونکہ کسرہ اگر چہ اصلی و لازمی ہے مگر وقف کی وجہ سے ختم ہو گیا ہے۔ لہذا پر پڑھنا اولی ہے/کذا فی کتب الفن۔

۲۹ حرف موقوف علیہ مکسور سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل **الرَّحِيمُ** وغیرہ۔

اسمیں طول، توسط، قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم چاروں وجہیں جائز ہیں۔

۳۰ حرف موقوف علیہ مضموم سے پہلے حرف مد واقع ہو مثلاً **نَسْتَعِيْنُ** وغیرہ اسمیں طول، توسط، قصر، مع الاسکان اور طول، توسط، قصر، مع الاشمام اور قصر مع الروم سات وجہیں جائز ہیں۔

۳۱ مد متصل وقفی میں توسط کے علاوہ بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے لیکن قصر[۱۶] جائز نہیں اور مد عارض کا توسط[۱۷] بہتر نہیں مثلاً **يَشَآءُ** وغیرہ۔

۳۲ مد متصل وقفی میں بحالت روم صرف توسط[۱۸] ہی ہوگا طول اور قصر مع الروم جائز نہیں۔

۳۳ مد لازم وقفی میں سکون وقفی کی وجہ سے بھی طول ہوسکتا ہے لیکن مد لازم کا طول اولیٰ[۱۹] ہے مثل **صَوَآفَّ** وغیرہ۔

---

۱۶ تاکہ الغا سبب اصلی لازمی اور اعتبار سبب عارضی نہ لازم آئے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ سبب عارضی کا اعتبار تو طول۔ توسط میں بھی لازم آتا ہے ؟ تو اس کے جواب کے لیے ضیاء القرات کی تعلیق ایضاح القرات صفحہ ۶۵/ دیکھو۔ ۱۲/

۱۷ کیونکہ مد متصل مد عارض سے قوی ہے لہذا اجتماع کے وقت ترجیح مد متصل کے توسط کو دی جائیگی حاصل یہ ھیکہ مد متصل وقفی میں عارض کا طول و توسط جائز ہے۔ لیکن مد متصل کا توسط اولیٰ ہے جیسا کہ خود تنویر صفحہ ۹۷/ پر فرماتے ہیں کہ مد متصل وقفی میں مد عارض کے طول اور توسط سے مد متصل کا توسط بہتر ہے۔ ۱۲/

۱۸ کیونکہ روم اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن وصل کے حکم میں ہے اور اصل میں مد متصل میں صرف توسط ہوتا ہے اس لئے وقف بالروم کی صورت میں بھی صرف توسط ہوگا۔ اور طول و قصر مع الروم جائز نہیں۔ ۱۲/

۱۹ تاکہ قوی کو ضعیف پر ترجیح رہے، مد لازم وقفی میں سکون عارض کا اعتبار کرتے ہوئے توسط و قصر بھی جائز ہونا چاہئے لیکن یہ دونوں وجہیں جائز نہیں عدم جواز کی وجہ خود مؤلف تنویر میں فرماتے ہیں کہ توسط اور قصر کرنے سے مد لازم کا طول ادا نہ ہوگا اور ترجیح ضعیف کی قوی پر لازم آئے گی صفحہ ۹۷/ ۱۲/

۳۴ حرف موقوف علیہ سے پہلے حرف لین واقع ہو مثل رَاْیَ الْعَیْنِ اس میں بھی طول، توسط، قصر، تینوں وجہیں جائز ہیں لیکن قصر اولیٰ[۲۰] ہے۔

فائدہ۔: حرف لین کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اسکو مدلین عارض کہتے ہیں۔

۳۵ مدلین عارض میں بحالت روم صرف قصر ہی ہوگا مد کرنا جائز[۲۱] نہیں۔

تنبیہ۔: مد کے وجوہ مذکورہ میں سے قاری جس وجہ کو چاہے ادا کرے لیکن جس وجہ کو اختیار کرے اسکو آخر تک باقی رکھے سب وجہوں کو جمع کرنا یا مساوات کے خلاف پڑھنا جائز نہیں۔

÷ سوالات ÷

۱ وقف بالاظہار اور وقف بالاثبات کی تعریف کرو ؟

۲ وقف بالتشدید میں روم یا اشمام جائز ہے یا نہیں ؟

۳ لَنُحْيِيَ[۲۲] پر وقف موافق رسم ہوگا یا موافق وصل ؟

۴ راء مشددہ پر وقف کیا جائے تو راء پر ہوگی یا باریک ؟

۵ مد متصل وقفی اور مد لازم وقفی کی تعریف اور حکم بیان کرو ؟

* *

۲۰ کیونکہ محل مد اور سبب مد دونوں ضعیف ہیں۔ ۱۲/

۲۱ کیونکہ مد کیلئے سکون چاہئے اور روم کی صورت میں موقوف علیہ ساکن نہیں ہوتا اس لئے طول و توسط نہ ہوگا۔ ۱۲/

۲۲ لَنُحْيِيَ پر وقف صرف موافق وصل ہوگا کیونکہ اس میں یائے ثانیہ تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اور جو تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف ہو تو وہ حکم میں مرسوم کے ہے پس یہ بھی مثل وَلِيِّيَ اللّٰهُ کے ہے جس کا بیان گزرا۔ ۱۲/

جامع الوقف ۔ چھٹا سبق

محل وقف کے احکام

۱ وقف کرنے میں محل اوقاف کے مراتب کا لحاظ ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ وقف تام یا وقف کافی تک باوجود سانس پہونچ جانے کے وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کر دیا جائے وقف اگر ایسی جگہ کیا جائے جہاں لفظاً و معنیً تعلق منقطع[۱] ہو جائے تو اسکو وقف تام کہتے ہیں اور اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو تو وقف کافی[۲] کہیں گے اور اگر لفظاً تعلق نہ منقطع[۳] ہو وقف حسن کہیں گے اور اگر باوجود لفظاً و معنیً تعلق نہ منقطع ہونے کے وقف کرنے میں کسی قسم کی قباحت لازم آئے تو ایسا وقف قبیح[۴] ہے۔

۲ محل اوقاف کی رعایت سے قرآن شریف پڑھنا تفہیم معنی اور تحسین قرأت کا باعث ہے لہذا جس محل وقف کا جو حکم ہو اسی کے موافق عمل کرنا چاہئے۔

۳ وقف میں توقف اور تاخیر صرف اس قدر ہونا چاہئے کہ سانس بآسانی لیجاسکے۔ اسکے خلاف جائز نہیں۔

۴ اگر کسی شخص کی سانس پھولتی ہو تو حسب ضرورت وقف میں تاخیر کیجا سکتی ہے تاکہ قرأت اطمینان کے ساتھ ادا ہو۔ لیکن بوجہ تاخیر مزید اسکو وقف نہ کہیں گے بلکہ یہ سکوت ہوگا جبکہ پڑھنے کا ارادہ ہو۔

---

۱ یعنی موقوف علیہ کو مابعد سے کسی طرح کا تعلق نہ ہو۔ مثلاً **المفلحون ٥** کہ اس کو مابعد سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے نہ لفظی یعنی اعرابی و ترکیبی۔ اور نہ معنوی اسلئے کہ **مفلحون** پر مومنین کا بیان ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد کافروں کا ذکر شروع ہو کر عذاب عظیم پر ختم ہوا پس، **المفلحون ٥ عظیم ٥** پر وقف تام ہے یہ وقف اکثر رؤس آیات اور قصص و واقعات کے اختتام پر ہوتا ہے۔ ۱۲ر

۵۔ پڑھتے پڑھتے سانس تنگ ہونے لگے تو پہلے سے اسکا خیال رکھے کہ درمیان کلام یا وسط کلمہ پر وقف نہ ہونے پائے ورنہ وقف غلط ہوگا۔

۶۔ وقف اختیاری کیلئے محل وقف ضروری ہے خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو۔

۷۔ وقف اضطراری جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری[۵] کے ہے لہذا حتی الامکان وقف اضطراری میں بھی احکام وقف کی رعایت کرنا چاہیئے۔

۸۔ وقف تام پر باقتضائے ختم کلام وقف ضروری[۶] ہے۔ اسلئے کہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۹۔ وقف کافی پر وقف بہتر[۷] ہے اسلئے کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کیلئے اصل[۸] محل ہے اسی وجہ سے وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں۔

۲۔ یعنی باعتبارِ معنی مابعد سے تعلق تو ہو مگر لفظی تعلق نہ ہو ایسے وقف کو وقف کافی کہتے ہیں۔ مثلاً سورۂ بقرہ کے شروع ہی میں **يُنْفِقُوْنَ** ○ اور **لَا يُؤْمِنُوْنَ** ○ کہ ان دونوں کلموں کو مابعد سے لفظی تعلق تو نہیں۔ لیکن معنوی ہے۔ اور وہ یہ ہیکہ **يُنْفِقُوْنَ** کے بعد بھی ماقبل کی طرح مؤمنین ہی کا بیان ہے اور ایسے ہی **لَا يُؤْمِنُوْنَ** کے بعد بھی ماقبل کی طرح کافروں کا ہی بیان ہے وجہ تسمیہ۔ کلمہ موقوف علیہ اپنے معنی دینے میں مابعد سے مستغنی اور مابعد اس سے مستغنی ہے یعنی معنیٰ دینے میں خود ہی کافی ہے لہذا اس کو وقف کافی کہتے ہیں۔ تام اور کافی کا حکم آگے آرہا ہے۔ ۱۲ر

۳۔ خواہ تعلق معنوی باقی رہے یا ختم ہو جائے اور معنوی کے ختم ہونے سے مراد یہ ہیکہ ماقبل مابعد سے منقطع ہو کر کلام مفید رہے، بالکلیہ ختم ہونا مراد نہیں، وقف حسن کو حسن کہنے کی وجہ یہ ہے فی نفسہ یہ وقف بھی مفید للکلام حسن ہوتا ہے اور کسی نہ کسی درجہ میں کلام کی مراد ظاہر ہوتی ہے خلاصہ یہ ہیکہ وقف حسن ایسے مقام پر ہوتا ہے۔ جس سے معنی مضطرب نہیں ہوتے۔ مثلاً **الحمد لله**، **ربّ العلمين**، اور **الرحمٰن الرحيم** پر **الصراط المستقيم** پر اور ان کے مشابہ مواقع پر وقف حسن ہے کیونکہ ہر ایک جملہ کلام مفید ہے کہ اپنا کلام ظاہر کرنے میں مابعد کا محتاج نہیں اور وقف حسن کا حکم آگے آرہا ہے۔ وقف حسن کے متعلق مزید تفصیل دیگر شروح و حواشی میں دیکھو۔ ۱۲ر

۴ یعنی کلمۂ موقوف پر سرے سے جملہ ہی پورا نہ ہو یا جملہ تو پورا ہو مگر غیر مناسب معنی کا وہم پیدا ہو جیسے ان اللہ لا یستحی وغیرہ پر وقف کرنا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ کلمہ جو اپنے مابعد سے ایسا شدید تعلق رکھتا ہو کہ مابعد کے بغیر اس کلمہ کے معانی سمجھ میں نہ آتے ہوں یا ایسی جگہ وقف کرنا کہ جس سے شان الٰہی کے خلاف معنی پیدا ہو جائیں تو وقف قبیح اور اقبح کہلائے گا لہٰذا وقف قبیح پر بلاضرورت اضطرار ہرگز وقف نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ بلاضرورت وقف قبیح پر وقف جائز نہیں اور نہ ابتدا جائز ہے۔۱۲ر

۵ یعنی جس طرح وقف اختیاری میں متحرک کو ساکن کرنا، تنوین مفتوح کو الف سے اور گول ۃ کو ہائے ساکنہ سے بدلنا اسی طرح وہ احکام جو وصل پر موقوف ہیں جیسے اخفاء، ادغام، سکتہ، اور مد منفصل وغیرہ کو وقف میں نہ ادا کرنا، انکو وقف اضطراری میں بھی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔۱۲ر

۶ یہ وقف تام کا حکم ہے۔ ۲ر

۷ یہ وقف کافی کا حکم ہے۔۱۲ر

۸ کیونکہ تعلق معنوی کافی دور تک رہتا ہے جسکے ختم تک بغیر وقف پڑھنا مشکل ہے برخلاف لفظی تعلق کے کہ وہ عموماً اتنا دراز نہیں ہوتا لہٰذا اسکا اہتمام ممکن ہے اسلئے لفظی تعلق کے نہ ہونے کو وقف کیلئے اصل قرار دیا۔ (کتبِ وقف)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جامع الوقف

۱۰ وقف حسن پر وقف جائز[۹] ہے اس لئے کہ اس پر وقف کرنے سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی البتہ وقف اختیاری بہتر[۱۰] نہیں اور ابتدا[۱۱] جائز نہیں۔

۱۱ وقف قبیح پر وقف اختیاری جائز نہیں اس لئے کہ اس پر وقف کرنے سے قباحت[۱۲] لازم آتی ہے۔

۱۲ وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد ابتدا کرنی چاہئے انمیں اعادہ جائز نہیں۔ وقف تام یا وقف کافی کے مواقع جو نہیں سمجھ سکتے انکو چاہئے کہ آیات یا علامتِ وقف پر بوقت ضرورت وقف کریں۔

۱۳ موضع سکتہ پر وقف جائز نہیں البتہ جس علامت وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں وقف بھی جائز ہے اگرچہ سکتہ واجب ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴ وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کرنے کے بعد اعادہ[۱۳] کرنا چاہئے۔

---

۹ یہ وقف حسن کا حکم ہے وقف حسن پر بوقت ضرورت اور عدم قباحت وقف جائز ہے۔

۱۰ کیونکہ موقوف علیہ کے مابعد کو موقوف علیہ یا اس کے ماقبل والے کلمہ سے لفظاً اور معناً دونوں تعلق ہوتے ہیں ۱۲/

۱۱ مگر وقف حسن جہاں آیت پر ہو تو بوجہ آیت ابتدا کرنا صحیح ہے۔ ۱۲/

۱۲ مثلاً وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ میں اللّٰه پر۔ ۱۲/

۱۳ لیکن وقف حسن آیت پر ہو تو اعادہ کی حاجت نہیں جیسا کہ ماقبل میں معلوم ہوا۔ ۱۲/

۱۵ حروف مقطعات پر وقف جائز نہیں اگر اضطراراً وقف ہو جائے تو پھر سے ابتدا کرنا چاہئے۔ البتہ آخر حرف پر وقف جائز ہے جیسے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ بلاضرورت وقف کرنا یا وقف میں بلاوجہ تاخیر کرنا جائز نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوالات

۱ محل اوقاف میں کس قسم کی رعایت کرنی چاہئے۔؟

۲ وقف میں توقف اور تاخیر کس قدر ہونی چاہئے۔؟

۳ وقف اضطراری کی تعریف اور مثال بیان کرو۔؟

۴ وقف تام اور وقف کافی کی تعریف اور حکم بیان کرو۔؟

۵ وقف حسن اور قبیح پر وقف اختیاری جائز ہے یا نہیں۔؟

﴿جامع الوقف۔ساتواں سبق﴾

علامتِ وقف اور علامتِ وصل کے احکام

○ یہ علامت آیت پوری ہونے کی ہے اسی وجہ سے اس علامت ہی کو آیت کہتے ہیں۔ آیت پر ٹھہرنا مستحب ہے جبکہ بخیال ادائے سنت ہو۔ ورنہ بربنائے اصل قرأت وصل مستحب ہے اسلئے کہ آیت لغرض الوقف نہیں[1] ہے اور اگر کسی جگہ آیت کا ظاہر کرنا ہی مقصود ہو تو ایسی صورت میں وقف کرنا ضروری ہوگا۔

۵ ۔ یہ علامت آیت مختلف فیہ[2] ہونے کی ہے لہذا اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں یہ جو مشہور ہے کہ حضرت امام عاصم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں کیونکہ قرائے سبعہ[3] کو اختلاف آیات سے کوئی تعلق نہیں۔

م ۔ یہ وقف لازم کی علامت ہے اس پر باقتضائے ختم کلام وقف کرنا لازم ہے۔ تاکہ وصل کرنے سے کسی قسم کی قباحت نہ لازم آئے۔ اسی وجہ سے اسکو وقف لازم کہتے ہیں۔

---

[1] دلیل یہ ھیکہ اگر آیات وقف کی غرض سے ہوتیں تو ہمیشہ ختم کلام پر واقع ہوتیں نیز ان پر علامت وصل اور وقف نہ ہوتیں بلکہ ان کی غرض رُؤسِ آیات کی تعلیم وغیرہ ہے تفصیل مطولات میں دیکھو۔ ۱۲

[2] یعنی ۵ نمبر کی علامت ان جگہوں پر ہے کہ جہاں آیت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے اس کو یوں سمجھو کہ آیات کے شمار میں اختلاف ہے بعض قرار کسی شمار کو لیتے ہیں اور بعض کسی کو۔ اور چونکہ حضرت امام حفص کوفی شمار کر لیتے ہیں اس لئے کاتبین نے ان کی اتباع میں انہیں جگہوں پر گول دائرے لگائے ہیں۔ جہاں کوفی حضرات آیات شمار کرتے ہیں اور جہاں کوفی شمار میں آیت نہیں بلکہ دوسرے شمار میں ہے وہاں ۵ نمبر کی علامت لگائی گئی ہے اور رہا ۵ کے ہندسہ کی تخصیص تو یہ ٥ کا عدد ہے جو کہ کوفی شمار کی رمز و علامت ہے اسی طرح قرار نے کہا ہے۔ ۱۲

[3] بلکہ اس کے ناقلین دوسرے ائمہ ہیں نہ کہ قرار سبعہ۔ چنانچہ کوفی شمار کے ناقلین امام حمزہؒ، وحضرت امام سفیان علیہما الرحمہ ہیں لہذا از روئے نقل کے حضرت امام عاصم علیہ الرحمہ کی طرف نسبت صحیح نہیں۔ ۱۲

ط ۔ یہ وقف مطلق کی علامت ہے یہاں بوجہ ختم کلام وقف تام ہے اس وجہ سے یہاں وقف کرنا ضروری ہے تاکہ وصل کرنے سے اتصال کلام کا التباس نہ لازم آئے۔

ج ۔ یہ وقف جائز[۵] کی علامت ہے اس پر بوجہ تفہیم معنی اور تحسین قرأت وقف کرنا مستحسن ہے

تنبیہ :۔ یہ وہ مواقع ذکر کئے گئے ہیں۔ جو انفصال کلام کو مقتضی ہیں اور قاری وقف کرنے کا مکلّف ہے آگے وہ مواقع ذکر کئے جاتے ہیں جہاں قاری کو اختیار ہے اور بوجہ عدم ضرورت وقف کرنے کا مکلّف نہیں ہے۔

ز ۔ یہ وقف مجوز[۶] کی علامت۔ اس پر وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ وقف تو یہ علامت جیم وغیرہ دور ہو کیونکہ یہ وقف ضعیف ہے۔

ص ۔ یہ وقف مرخص کی علامت ہے یہاں عندالضرورت وقف کرنے کی اجازت[۷] دی گئی ہے۔ یہ علامت بھی وقف ضعیف کی ہے۔

---

۴ یعنی وقف مطلق میں بھی وقف لازم کی طرح کلام ختم ہو جاتا ہے اس وجہ سے یہاں وقف ضروری ہے تاکہ کلام کا مفہوم واضح ہو جائے لیکن لازم اور مطلق میں یہ فرق ہیکہ وقف لازم میں وصل کرنے سے معنوی قباحت پیدا ہونے کا وہم پیدا ہو سکتا ہے جبکہ وقف مطلق میں معنوی خلل نہ ہوگا البتہ کلام کے اتصال کا اشتباہ ہو سکتا ہے۔۱۲ر

۵ یعنی اس علامت پر وقف اور وصل دونوں جائز ہیں مگر وقف مستحسن ہے تاکہ معنی کی تفہیم میں سہولت رہے اور تلاوت میں حسن ہو۔ ۱۲ر

۶ یہ علامت ایسے مواقع پر ہے جہاں وقف کرنا بھی صحیح ہے اور وصل بھی مگر وصل کی دلیل زیادہ قوی ہونے کی وجہ سے وصل کر کے پڑھنا اولیٰ ہے اور بعد وقف ابتداء مابعد ہی سے کرے کیونکہ وقف کی دلیل بھی موجود ہے لہذا اعادہ کی حاجت نہیں۔۱۲ر

۷ لہذا اگر بحالت مجبوری وقف کر لیا گیا تو ابتداء مابعد کے کلمہ ہی سے کرے اعادہ کی ضرورت نہیں پیارے بچو ان پانچوں علامات کی مزید وضاحت دیگر کتب وقف میں دیکھو اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ پانچوں علامات یعنی۔ میم ، طا ، ج ، زا ، ص ، حضرت علامہ سجاوندی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔ ۱۲ر

ق ۔ یہ علامت قیل علیہ الوقف[۸] کی ہے اس پر وقف کر لیا گیا تو کوئی حرج نہیں[۹] لیکن وقف ضعیف ہے۔

ك ۔ یہ علامت کذالک کی ہے یہ اگر علامت وقف کے بعد واقع ہو تو وقف کے حکم میں ہے اور اگر علامت وصل کے بعد واقع ہو تو وصل کے حکم میں ہے۔

قف ۔: یہ قدیوقف کا مخفف ہے صیغۂ امر نہیں۔ اس پر اگر وقف ہو گیا تو کوئی حرج نہیں البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں۔

صل ۔: یہ قدیوصل کا مخفف ہے یہ بھی صیغۂ امر نہیں ہے اس پر بہ نسبت وقف کے وصل پسند کیا گیا ہے اور قدیوقف کا مقابل ہے۔

تنبیہ۔: قف اور صل یہ دونوں بھی اگرچہ وقف اضعف کی قسمیں ہیں لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ قف پر بمقابل صل وقف راجح[۱۰] ہے اور صل میں وصل راجح ہے۔

---

۸ اس کا معنی کہا گیا ہے کہ اس پر وقف ہے۔ ۱۲

۹ مگر یہ علامت چونکہ عام طور پر محل حسن پر ہوتی ہے لہذا بہتر یہ ہیکہ وقف ہی نہ کیا جائے اور ضرورتاً اگر وقف کر لیا گیا تو حسن کے حکم کے تحت درمیان آیت میں اعادہ ہوگا بلکہ بعض مواضع تو ایسے ہیں کہ جہاں وقف کی گنجائش ہی نہیں ہے اس کو جاننے کے لئے حضرت علامہ اشمونی علیہ الرحمہ کی منار الہدا صفحہ ۹۶ر وغیرہ کا مطالعہ کرو۔ لیکن جن بعض کے یہاں یہ محل وقف ہے ان کے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور یہی بعد والا موقف مؤلف کا مختار ہے یعنی بعد وقف اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ تنویر صفحہ ۴۴ر ۔ ۱۲ر

۱۰ جبکہ قدیوقف کے معنیٰ کو دیکھا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہیکہ قف پر وصل راجح ہونا چاہئے اور صل میں وقف راجح ہونا چاہئے۔ کیونکہ قدیوقف کا معنی ہیکہ کبھی وقف کیا جاتا ہے یعنی وصل زیادہ اور قدیوصل کا معنی ہیکہ کبھی وصل کیا جاتا ہے یعنی وقف زیادہ اور خود مؤلف نے تنویر میں فرمایا کہ صل علامت ہے قدیوصل کی یعنی اس جگہ وصل ضعیف ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب وصل ضعیف ہے تو وقف قوی اور راجح ہے اور قف پر وقف ضعیف کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ قف پر بمقابل وقف کے وصل راجح اور قوی ہے اور رہا اس پر یہ اعتراض کہ پھر مؤلف نے جامع الوقف میں تنویر کے خلاف کیوں لکھا تو اس کا جواب یہ ہیکہ دراصل قف اور صل دونوں میں علماء وقف کا اختلاف ہے بعض علماء قف پر وقف راجح اور وصل مرجوح اور بعض علماء وصل راجح اور وقف مرجوح یہی حال صل کا ہے جیسا کہ اہل فن پر پوشیدہ نہیں لہذا مؤلف نے اپنی ایک کتاب میں ایک کو لکھدیا اور دوسری میں دوسرے قول کو تاکہ متعلم دونوں سے واقف ہو جائے۔ **حکم** ۔ ضرورتاً وقف جائز ہے۔ اور بعد وقف اعادہ کی حاجت نہیں جیسا کہ ضیاء اور آگے متن میں ہے۔ واللہ اعلم...

صلے:- یہ الوصل اولیٰ کا مخفف ہے یہاں بوجہ تعلق لفظی کے وصل[11] ہی کرنا چاہئے یہ اگر چہ وقف حسن کی علامت ہے اور جواز وقف[12] کی صورت ہے لیکن وقف کرنے کے بعد یہاں اعادہ ضروری ہے۔ لا:- یہ لا وقف علیہ کا مخفف[13] ہے اور وقف قبیح کی علامت ہے اس جگہ باقتضائے اتصالِ کلام وصل کرنا ضروری ہے کیونکہ ایسی جگہ وقف کرنے سے قباحت لازم آئیگی اسی وجہ سے اس پر وقف نا جائز ہے۔ **قلا**:- یہ وقف مختلف[14] فیہ کی علامت ہے اور **قیل لا** وقف علیہ کا مخفف ہے اس جگہ وقف نہ کیا جائے تو بہتر ہے جنکے نزدیک یہاں وقف معتبر ہے انکے نزدیک اعادہ نہ ہوگا۔ ۞لا:- اسی کو آیت **لا** کہتے ہیں یہاں وقف قبیح نہیں ہے بلکہ آیت ہونے کی وجہ سے وقف جائز ہے البتہ بوجہ محل وقف نہ ہونے کے وصل[15] بہتر ہے لیکن وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا[16] چاہئے۔

---

۱۱ یعنی ایسی جگہ پر وصل کر کے پڑھنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

۱۲ بوجہ ضرورت وعدم قباحت یعنی ضرورت اور قباحت نہ ہونے کی وجہ سے وقف جائز ہے۔ لیکن بعد وقف اعادہ ہوگا جیسا کہ خود متن میں فرمایا۔ ۱۲ر

۱۳ اس علامت کا مطلب یہ ہیکہ **لا** والے مواضع پر بلاضرورت وقف ہی نہ کیا جائے اور اگر وقف کرلیا ہے اور راسِ آیت ہے تو اعادہ کی حاجت نہیں بلکہ مابعد سے ابتدا ہوگی اور (لا) سے اشارہ اعادہ کی نفی کی طرف ہوگا نہ کہ وقف کی طرف اور اگر (لا) درمیان آیت میں ہو تو وقف کرنے کی صورت میں مابعد سے ابتدا نہیں ہوگی بلکہ ماقبل سے اعادہ ہوگا اور اس وقت لا سے ابتدا کی نفی مراد ہوگی نہ کہ وقف کی۔ یہ توضیح اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ حضرت محقق امام جزری اور دیگر محققین اوقاف کی تحقیق یہ ہیکہ یہ علامت عام طور پر وقف حسن کے مواضع ومواقع پر ہے۔ دیکھو نشر وغیرہ۔ لہذا مؤلف کا اس کو مطلقاً قبیح کی علامت بتانا اور وقف کو نا جائز بتانا احقر کی نظر قاصر میں درست نہیں کیونکہ یہ علامت اکثر حسن کے مواقع پر ہے اور حسن پر وقف جائز ہے جیسا کہ مؤلف نے ماسبق میں بیان کیا ہے اور معرفۃ الوقوف میں بھی بیان فرمایا ہے کہ وقف تو جائز ہے مگر مابعد سے ابتدا جائز نہیں صفحہ ۲۴ر

اور محقق امام جزری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وقف حسن وقف اختیاری ہی کی ایک قسم ہے (نشر) اور محقق امام جزری علیہ الرحمہ کے صاحب زادے حضرت علامہ احمد جزری علیہ الرحمہ نے الحواشی المفہمہ میں فرمایا کہ وقف حسن پر وقف اچھا اور درست ہے مگر ابتدا جائز نہیں چنانچہ عبارت یہ ہے۔ اَلْوقفُ الحَسَنُ وھوالذی یَحسنُ اَلْوقفُ علیہ ولا یحسُنُ الا بتداء بما بعدہ لتعلقہ بمابعدہ لفظا ومعنی و ذلک نحوالحمد للہ یَحسُنُ الوَقفُ لاَنَّ المعنی مفھوم وَ لا یحسن الا بتداء بمابعدہ۔ یعنی وقف حسن وہ ہے جس میں وقف کرنا تو اس جگہ اچھا ہے لیکن مابعد سے ابتدا جائز نہیں مابعد سے لفظی اور معنوی تعلق کی وجہ سے مثلاً الحمد للہ کہ یہاں وقف درست ہے اس لئے کہ معنی مفہوم ہو جاتے ہیں۔ مگر مابعد سے ابتدار درست نہیں وکزافی النھایہ۔ وہ اور بات ہے کہ اختیاری بہتر نہیں بلکہ وصل اولیٰ اور بہتر ہے مگر وقف حسن پر وقف کرنے کو نا جائز کسی نے نہیں لکھا ہے ہاں البتہ جن مواضع میں وقف قبیح ہے وہاں اختیاری طور پر وقف جائز نہیں اور وقف کرنے سے قباحت لازم آئیگی لہذا ایسے مواقع پر وقف کرنے سے بچے اور ایسے مواقع کی نشادہی اپنے شیخ سے ضرور معلوم کرلیں یاد رہے وقف حسن جب آیت پر ہو تو بوجہ آیت اعادہ کی حاجت نہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ۱۲ر

۱۴ یعنی اس علامت کے محل وقف ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اس علامت کے حکم کے بارے میں مؤلف نے فرمایا کہ اس جگہ وقف نہ کیا جائے تو بہتر ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ یہ محل وقف ہی نہیں ہے لہذا اولاً وقف نہ کرنا چاہئے اور اگر کر لیا تو اعادہ ہوگا ہاں البتہ جن حضرات نے اس کو علامت وقف مانا ہے تو بعد وقف اعادہ نہ ہوگا بلکہ ابتدا ہوگی چنانچہ متن میں خود ہی فرماتے ہیں جن کے نزدیک یہاں وقف معتبر ہے ان کے نزدیک اعادہ نہ ہوگا لہذا تالی کو اختیار ہے جسکو چاہے اختیار کرے۔ مگر راجح اور قوی بات یہیکہ وقف کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ علامت محل کافی یا اکفی میں ہے جو اہل فن پر پوشیدہ نہیں اور محل کافی۔ یا اکفی وقف کا محل ہے نیز غایۃ۔ المکتفی۔ مفید القاری وغیرھم میں بالصراحت وقف کے اولی ہونے کا تذکرہ ہے لہذا وقف کے بعد ابتداہی ہوگی لیکن مؤلف کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا رجحان اس کے علامت وقف نہ ہونے کی طرف ہے مگر قوی وہی ہے جو مذکور ہوا۔ ۱۲ر

۱۵ یعنی جبکہ اتباع سنت کی نیت نہ ہو تو آیت لا پر تعلقِ لفظی اور معنوی کی رعایت میں وصل کر کے پڑھنا اولیٰ اور بہتر ہے اور بنیت اتباع سنت وقف بھی بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ اگر چہ مقام قبیح ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مقصود محض اتباع نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ مگر اولیٰ وصل ہی ہے کیونکہ جس طرح آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے آیات پر وقف ثابت ہے اسی طرح وصل بھی ثابت ہے آپ کا آیات پر وقف فرمانا محل وقف کی تعلیم نہ تھا بلکہ تعین آیات اور تعلیم فواصل کی غرض سے رؤس آیات پر وقف فرماتے تھے۔ جب رؤس آیات کے مواقع کا علم ہو گیا تو پھر ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لفظی ومعنوی تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے وقف فرماتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا وصل بھی مطابق سنت ہے۔ ۱۲ر (کتب وقف)

۱۶ اس لئے کہ بعد وقف آپ سے ابتدا ہی ثابت ومنقول ہے۔ ۱۲ر

؛ ۔:۔۔ یہ وقف معانقہ[۱۷] کی علامت ہے قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف مع لکھا رہتا ہے
اور درمیان آیت میں دو جگہ تین تین نقطے مرسوم ہوتے ہیں مثل **لَا رَیْبَ ؞ فِیْہِ ؞**
ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ وغیرہ۔ وقف معانقہ کا حکم یہ ھیکہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا چاہئے ورنہ
درمیان والا کلمہ بے ربط ہو جائیگا اور وصل کرنا چاہئے تا کہ معنی سمجھنے میں تکلف[۱۸] نہ ہو لہذا وصل اول
وقف ثانی یا وقف اول وصل ثانی کرنا چاہئے۔ **وقفہ**: لفظ وقف وسکتہ کی ہا کے ساتھ یہ الوقف
مع السکت[۱۹] کا مخفف ہے یعنی جس قدر وقف میں تاخیر ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتہ کیا
جائے یہ در حقیقت وقف نہیں ہے بلکہ سکتہ طویلہ ہے۔ یہ ایسے موقع پر جائز ہے جہاں وقفہ مرسوم
ہو لیکن سکتہ جائز نہیں اس موقع پر بجائے وقفہ کے وقف بھی جائز ہے۔ لیکن وقفہ بہتر[۲۰] ہے باقی
سکتہ کا مفصل بیان آٹھویں سبق میں آئے گا۔

---

[۱۷] معانقہ بمعنی گلے ملنا۔ اصطلاح میں ایسا کلمہ جس کا تعلق سیاق وسباق دونوں سے ہو معانقہ کہلاتا ہے اسکا حکم ماتن نے تحریر فرمادیا ہے۔ ۱۲ار

[۱۸] اسکا مطلب یہ ھوا کہ اگر معنی سمجھنے میں دقت وتکلف نہ ہو تو بر بنائے اصل قرأت وصل کل بھی جائز ہے اگر چہ غیر اولی ہے لہذا وصل کل۔ وصل اول فصل ثانی۔ فصل اول وصل ثانی یہ تینوں وجوہ جائز ہیں اور فصل کل غیر جائز ہے۔

[۱۹] اسکے معنی۔ سکتہ کے ساتھ وقف کے ہیں یعنی وقف کے برابر تاخیر کے ساتھ سکتہ کرنا جیسا کے خود مؤلف نے الوقف مع السکت کی وضاحت یعنی سے فرمائی ہے کہ جس قدر وقف میں تاخیر ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتہ کیا جائے۔ گویا کہ یہ سکتہ طویلہ ہے مگر یہ روایت سے ثابت نہیں اسلئے بلا اعتقاد روایت ہی سکتہ طویلہ کریں ورنہ کذب فی الروایت لازم آئیگا۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ اصل سکتہ جائز نہیں۔ یعنی روایتی سکتہ جو کہ واجب ہے لہذا اس کو مرد یہ کی طرح واجب یا روایت سے ثابت سمجھ کر سکتہ طویلہ کرنا غلط ہے۔ ۱۲ار

[۲۰] تا کہ مقتضی حال کی رعایت رہے کیونکہ یہ مقام وقفہ کا ہے تو پس وقف کی صورت میں مقتضی حال کی رعایت نہیں رہے گی اس لئے وقفہ بہتر ہے اور شیوخ کی اتباع وپیروی بھی ہے۔ اور تجوید وقرأت میں اصل یہی ہے کہ جو ادا اور جو باتیں جس طرح مستند شیوخ سے ثابت ہوں ان کو اسی طرح ادا اور بلا کسی حجت کے تسلیم کرنا چاہئے۔ خواہ اسباب وعلل سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲ار

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ کلام مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے ایسے موقع پر وقف مستحب[۲۱] ہے اسلئے کہ درمیان آیت[۲۲] میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ جگہ وقف ثابت ہے[۲۳] نیز یہ وقف منزل، وقف غفران، وقف کفران حاشیہ پر لکھے رہتے ہیں اس لئے یہاں اس کے مواقع نہیں ذکر کئے گئے۔

---

۲۱ عزیز طالب علموں وقف النبی نہایت اہم وقف ہے حضرت علامہ سخاوی نے تو اسکو علم لدنی کے قبیل سے بتایا ہے یعنی ان مواضع پر وقف کرنے کی علت وحکمت ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ علم لدنی اللہ رب العزت کا خاص عطائی علم ہے جسکو چاہے اور جتنا چاہے عطا فرما دیتا ہے پس اس علم میں کسب کو کوئی دخل نہیں لہذا ہر تالی کو چاہئے کہ ان کی اہمیت کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرے اور عمل کر کے اپنے آپ کو ثواب عظیم کا مستحق بنائے اور جس نے ان کی اہمیت کو نہ جانا اور وقف النبی کے مواقع پر وقف نہیں کیا تو وہ بہت بڑے ثواب سے محروم رہا۔ اے اللہ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ افعال واقوال کی اتباع کی توفیق عطا فرما ۱۲/

۲۲ یعنی عموی واکثر وقف النبی کے مواقع درمیان آیت میں ہیں اور بعض راس آیت پر بھی مثلاً:۔ سورہ مومن میں **انھم اصحاب النار ۝** ۱۲/

۲۳ مگر اسکی تعداد ومواقع کے بارے میں علماءِ اوقاف کا اختلاف ہے چنانچہ علامہ اُشمونی نے منار الہدیٰ میں علامہ سخاوی کی روایت سے وقف النبی کی تعداد دس ۱۰ تحریر فرمائی ہے اور صاحب کشف الظنون نے شیخ ابو عبداللہ محمد بن عیسی المغربی کے حوالہ سے سترہ کی تعداد لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم **فی القرآنِ جَمَعَھَا** الشیخ ابو عبداللہ محمد بن عیسی المغربی۔ المتوفی (۴۰۰ھ) **وَھِیَ سبعۃَ عَشَرَ وَقْفاً لاَ یَتَجاَ وَزُ ھاَ۔** یعنی قرآن عظیم میں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد سترہ ہے جن کو شیخ ابو عبداللہ محمد بن عیسی ارحمتہ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اور کتاب التجوید میں ہے ۔ قَالَ الشیخُ ابوعبدُ اللّٰہ محمد بن عیسی مقری رحمۃ اللّٰہ عن استاذہ عن احمد بن خلیل علی مَارُوِیَ عن ابنِ مسعود رَضی اللّٰہ عنہ، عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان یَقِفُ علی سبعۃ عَشَرَ مَوْضِعاً ما تَجَاوَزَھاَ۔ یعنی شیخ ابوعبداللہ محمد بن عیسی مقری رحمتہ اللہ اپنے استاذ و شیخ سے اور وہ حضرت احمد بن خلیل سے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سترہ جگہ وقف فرماتے تھے اور وقف النبی کی تعداد صرف سترہ ہے۔ مواقع یہ ہیں۔

اول۔ فاستبقوالخیرات (بقرہ/۱۴۸)

دوم۔ وماتفعلو مِن خیر یَعْلَمْہ اللّٰہ (بقرہ/۱۹۷)

سوم۔ وَما یعلم تا ویلہٗ الااللّٰہ (آل عمران/۷)

چھارم۔ فاصبح من الند مین (مائدہ/۳۱)

پنجم۔ فاستبقواالخیرات (مائدہ/۴۸)

ششم۔ ان کنت قُلتَہ فقد علمتہ (مائدہ/۱۱۶)

ھفتم۔ ان انذ ر الناس (یونس/۲)

ھشتم۔ قل ای وربی انہ لحق (یونس/۵۳)

نھم۔ قل ھٰذِہ سبیلی ادعواالی اللّٰہ (یوسف/۱۰۸)

دھم۔ کذالک یضرب اللّٰہ الا مثال (رعد/۱۷)

یازدھم۔ والا نعام خلقھا (نحل/۵)

دوازدھم۔ یٰبنیَّ لا تشرک با للّٰہ (لقمان/۱۳)

سیزدھم۔ انھم اصحاب النار (مومن/۶)

چھاردھم۔ فحَشَرَ (النازعات/۲۳)

پانزدھم۔ خیرٌ من الف شھر (قدر/۳)

شانزدھم۔ مِن کلّ امر (قدر/۴)

ھفدھم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پر وقف پھر الھکم التکاثر سے شروع کرنا۔

اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن عیسی المغربی رحمتہ اللہ کے حوالہ سے وقف النبی کے جو سترہ مواقع ذکر کئے ہیں وہ بھی یہی مقام ہیں سوائے دو جگہ کے ایک چھٹا موقع مالیس لی بحق ہے (سورہ مائدہ آیت/۱۱۶)

اور سترہ واں موقع واستغفرہ ہے (نصر) جبکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے جو مواقع ذکر کیے ہیں اس میں **مایس لی بحق** پر نہیں ہے بلکہ **فَقَدْ عَلِمتَه** پر ہے اور سترہ واں **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پر وقف پھر **الھکم التکاثر** سے ابتدا ہے واستغفرہ پر وقف النبی اس روایت میں نہیں ہے۔ بقیہ اور سب مواقع میں اتحاد ہے۔ اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دس ۱۰ مواضع ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱۔۲) **فاستبقوا الخیرات** پر (بقرہ اور مائدہ)۔ (۳) **قل صدق اللہ** پر (آل عمران) (۴) **مالیس لی بحق** پر (۵) **قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ** پر (۶) **کذالک یضرب اللہ الامثال** پر (۷) **والانعام خلقھا** پر (۸) **افمن کان مومنا کمن کان فاسقاً** پر (۹) **فحشر** پر (نازعات)۔ (۱۰) **من الف شھر** پر (سورہ قدر) منارالھدیٰ للعلامہ اشمونی رحمۃ اللہ علیہ

عزیز طالب علموں یہ تعداد اور مواقع کا اختلاف دیکھکر پریشان اور مضطرب نہ ہوں کیونکہ علم قرأت میں اصل حجت ودلیل روایت وحفظ ہیں اور وقف النبی کے ناقلین سب کے سب عادل اور ثقہ ہیں ہر راوی نے وہی روایت کیا جو انے اپنے شیخ سے سنا اور پڑھا اور سیکھا۔ لہذا اس تفاوت میں کوئی تناقص وتکراؤ نہیں بلکہ یہ تو حق ہونے کی دلیل ہے کہ ناقلین نے اپنی جانب سے کوئی کمی بیشی نہیں کی ہے (کذاذکر فی کتب الفن) پس اے تالی ان مواقع پر ہمیشگی کے طور پر وقف کر جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا تاکہ ثواب عظیم حاصل ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آیات پر بھی تو آپ نے وقف فرمایا ہے جیسا کہ ان مواضع پر فرمایا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان مواضع پر وقف النبی ﷺ لکھا گیا اور آیات پر نہیں تو جواب یہ ہیکہ آیات پر آپ نے دائمی طور پر وقف نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ معنوی ضرورت کے تحت کہیں وقف اور کہیں وصل فرمایا ہے اس لئے ہر اُس آیت پر وقف النبی نہیں لکھا۔ جبکہ مواضع مذکورہ پر ہمیشہ بہت ہی اہتمام وانصرام کے ساتھ وقف کیا ہے لہذا جہاں ہمیشہ فرمایا ہے وہاں وقف النبی لکھا گیا۔ کذا فی کتب الوقف۔ وقف النبی سے متعلق تفصیل وتحقیق دیگر مطولات فن میں دیکھو۔ پیارے بچو خوب مطالعہ کرو کیونکہ علم مطالعہ میں ہے ہمارے اسلاف نے سب کچھ لکھدیا ہے بس مطالعہ اور محنت کی ضرورت ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر اچھا اور ماہر مقری وشیخ بننا ہے تو اعلیٰ درس نظامی پڑھو۔ اور اس میں ادب پر زیادہ توجہ دو جب آپ ایک اچھے عالم ہوگے تو عبارت کو خوب سمجھو گے ذہن وفکر کے دریچے کھلیں گے۔ ورنہ بلا عالم کے چھوٹی موٹی بصیرت بھی حاصل نہیں ہوگی۔ ۱۲ر

وقف منزل :- اس کو وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں اس موقع پر بھی وقف مستحب ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جس جگہ وقف کیا ہے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وقف فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوئی ہے۔

وقف غفران :- یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر مرسوم ہے۔ ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی کی وضاحت اور سننے والے پر بھی بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کو وقف غفران کہتے ہیں یہاں وصل[۲۴] سے وقف بہتر ہے۔

وقف کفران :- یہ حاشیہ پر ایسی جگہ لکھا رہتا ہے جہاں وقف کرنے سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے۔ جس کو معنی جاننے والا ہی خوب سمجھ سکتا ہے بلکہ اگر سامع ایسے معنی کا عقیدہ کرے تو موجب کفر ہے[۲۵] لہٰذا ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہئے۔

---

۲۴ یعنی جہاں وصل سے معنوی غلطی کا خوف نہ ہو تو وصل بھی جائز ہے مگر وقف غفران کے موقع پر وقف ہی بہتر ہے کیونکہ اس جگہ وقف کرنے سے معنوی وضاحت پیدا ہوتی ہے۔ نیز قرار نے اس وقف کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کا ضامن ہو کہ دس مواقع میں قرآن عظیم کے وقف کرے میں اسکا جنت کے واسطے ضامن ہوں لہذا جب ان مواقع پر وقف کرنے والے کیلئے اتنی عظیم بشارت ہے تو وقف ہی کرنا چاہئے اور اسی لئے مؤلف نے وصل سے وقف کو بہتر بتایا تا کہ یہ عظیم نعمت حاصل ہو۔ ۱۲ر

۲۵ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر اعتقاد درست ہو تو وقف کرنا موجب کفر نہیں ہے مگر پھر بھی ایسے غلط مواضع پر وقف کرنے سے اجتناب ہی چاہئے مگر یاد رہے کہ وقف کفران اگر راس آیت پر ہو تو بوجہ آیت وقف جائز و صحیح ہے۔ ۱۲ر

جامع الوقف.............. تنبیہات وقف

۱ وقف کرنے کے بعد اصل یہی ہے کہ ابتدا کی جائے لہذا جن مواقع میں کسی حیثیت سے بھی ابتدا ہو سکتی ہے ان کو محل وقف میں شمار کرتے ہوئے مختلف قسم کی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں لہذا علامت وقف پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں۔

۲ علامت وقف کی ترتیب اس کی قوت اور ضعف کے لحاظ سے ہے سب سے قوی علامت میم ہے اور سب سے ضعیف علامت صل ہے۔ لہذا حتی الامکان علامت قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف علامت پر نہ ٹھہرے۔

۳ آیت پر جس قسم کی علامت مرسوم ہوگی ویسا ہی اسکا حکم دیا جائے گا۔ مثلاً۔ کسی آیت پر طا ہے اور کسی پر زا تو ٹھہرنے کے بارے میں وہ آیت زیادہ بہتر ہے جس پر قوی علامت ہے اور اگر کسی ایک جگہ کئی علامتیں مرسوم ہوں تو ان میں سے جو قوی ہو اس پر عمل کرنا چاہیئے اور حسب ضرورت بھی عمل کرنا جائز ہے۔

۴ علامت وصل صرف دو ہیں ایک صلے' دوسرا لام الف (لا) لہذا ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی وقف[۲۶] اختیاری جائز نہیں اسلئے کہ یہ محل وقف[۲۷] ہی نہیں ہیں۔

۵ قرأت[۲۸] ترتیل ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا نام ہے اسلئے ترتیل میں ہر آیت اور علامت وقف پر وقف[۲۹] کرنا بہتر ہے تاکہ قرأت اطمینان کے ساتھ ادا ہو اور معنی سمجھنے میں آسانی ہو۔

---

۲۶ یعنی بلاضرورت۔: لہذا اب عبارت یہ ہوگی ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی بلاضرورت وقف اختیاری جائز نہیں ۱۲/

۲۷ اصل میں۔ اب عبارت یہ ہوئی۔ اس لئے کہ یہ اصل میں محل وقف ہی نہیں ہیں پیارے طالب علموں ہم نے عبارت میں یہ دونوں[۱] اضافے اسلئے کئے ہیں کہ صلے یہ وقف حسن کی علامت ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے ماقبل میں بتایا اور لا کے بارے میں یہ تحقیق ہے کہ یہ اکثر حسن کے مواقع پر ہے اور وقف حسن پر بوجہ ضرورت اور عدم قباحت وقف جائز ہے

۱ یعنی بلاضرورت اور اصل میں۔ جمال القادری الاعظمی

اور تام وکافی کی طرح اس کو بھی محل وقف میں قراء نے شمار کیا ہے۔ مگر ہاں محل اوقاف میں تام۔ کافی اصل ہے اور حسن بوقت ضرورت محل وقف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ کلام کے مفید ہونے کی وجہ سے کسی طرح کی کوئی خرابی پیش نہیں آتی لیکن چونکہ وقف حسن میں لفظی معنوی تعلق دونوں ہوتے ہیں اسلئے یہ محل اصل میں وقف کا تقاضہ نہیں کرتا اسی لئے قراء نے فرمایا کہ وصل کر کے پڑھنا اولیٰ اور قوی ہے۔

اگر ضرورتاً وقف کرلیا تو درمیان آیت میں اعادہ ضروری ہے اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں علامتوں پر بوجہ ضرورت وقف جائز ہے تو پھر انکو علامات وصل میں کیوں شمار کیا؟ تو جواب یہ ھیکہ وقف حسن میں لفظی اور معنوی دونوں طرح کا تعلق ہوتا ہے اسلئے یہ محل وصل ہی کا قاری سے مطالبہ کررہا ہے وقف تو بوجہ ضرورت اور عدم قباحت جائز ہے۔ اسلئے ان کو علامت وصل میں شمار کیا احقر بے توقیر نے یہ ساری گفتگو قراء کرام کے اقوال ہی کی روشنی میں کی ہے۔ لہذا غور کرو اور سمجھو ۱۲ر

۲۸ باعتبار رفتار تلاوت کے تین مراتب ودرجات ہیں۔ ترتیل۔ حدر۔ اور تدویر۔ مؤلف نے تینوں مراتب کی حیثیتوں کو ملحوظ رکھکر ان میں علامات پر وقف کے طریقوں کو بیان فرمایا ہے۔ تاکہ عمل کی صورت میں تلاوت میں حسن وعمدگی پیدا ہو۔ ۱۲ر

۲۹ اسی طرح مختلف مقدار مد کی صورت میں مقدار اعلیٰ اختیار کرنا بہتر ہے۔ مثلاً:۔ مدمتصل میں توسط ہے اور توسط کی مقدار تین۔ ساڑھے تین[ص] ۔ چار الف ہے تو چار الف مد کرے خلاصہ یہ ھیکہ قرأت ترتیل کا بلحاظ وقف اور مد یہ حکم ہے کہ قاری قرآن ہر محل وقف پر وقف کرے اور وجوہ مد اور مقدار مد میں اعلیٰ کو اختیار کرے یہ سب محسنات قرأت سے ہے۔ یاد رہے قرأت کا یہ درجہ یعنی ترتیل۔ حضرت امام عاصم وامام حمزہ اور امام ورش (طریق اصبہانی کے علاوہ) کے نزدیک مختار ہے۔ **کما فی النہایہ صفحہ ۷۱ر**

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ص اور مد اصلی کے بغیر دو ڈھائی ہے اور چار الف مد اصلی سمیت ہی ہے۔ احقر نوری

٦۔ قرأت حدر عجلت کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے اسلئے ہر آیت اور علامت وقف پر بلاضرورت وقف نہ کرنا بہتر ہے[۳۰]۔ تا کہ زیادہ سے زیادہ کلام اللہ ادا ہو جائے۔

٧۔ قرأت تدویر درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں اسلئے تدویر میں آیات اور علامات وقف پر وقف کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے۔ میانہ روی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقف ضعیف کا وصل کرے اور وقف قوی پر ٹھہرے[۳۱] تا کہ قرأت باحسن وجوہ ادا ہو۔

۳۰۔ کیونکہ حدر میں وصل اصطلاحی یعنی اتصال موقف بموقفِ اخر اصل ہے اسی طرح جس مدفرعی میں قصر بھی جائز ہو تو حدر میں قصر کرنا بہتر ہے ورنہ مد کا ادنی درجہ اختیار کرے۔ اور قرأت کا یہ درجہ یعنی حدر۔ قالون۔ ابن کثیر کی۔ ابوعمر بصری امام ابوجعفر مدنی رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک مختار ہے۔ نہایہ۔ ۱۲ر

۳۱۔ اور اسی طرح مدود کی مقدار میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے۔ مثلاً: مدمتصل میں توسط ہے اور توسط کی مقدار تین۔ ساڑھے تین۔ چار الف ہے تو ساڑھے تین الف مد کرے، عارض میں توسط کی مقدار دو اور تین ہے تو دو الف مد کرنا بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہیکہ قرأت تدویر کا بلحاظ وقف اور مد یہ حکم ہے کہ قوی موقف پر وقف اور ضعیف موقف کا وصل کرے اور مدود کی مقدار میں میانہ روی اختیار کرے۔ قرأت کا یہ درجہ۔ ابن عامر شامی اور کسائی کے نزدیک مختار ہے (نہایہ صفہ ۱۸) یاد رہے ان تینوں درجات کی نسبت جن ائمہ کی طرف ہے وہ ان کی اکثری عادت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ ہر ایک طریقے کو سبھی جائز رکھتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ان درجات میں افضل کون ہے تو جواب یہ ہیکہ اس بارے میں قرأ کرام کا اختلاف ہے بعض نے حدر کو افضل کہا ہے اس لئے کہ قرأت حدر میں تلاوت زیادہ ہوگی اور زیادتی کی صورت میں ثواب بھی زیادہ ہوگا کیونکہ حدیث پاک ہے جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا تو اس کیلئے ایک نیکی ہے۔ اور ایک دس ۱۰ ر کے مثل ہے اس لئے حدر افضل ہے۔ محقق فن حضرت امام جزری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں صحیح اور درست وہ ہے جس پر سلف وخلف کا سواد اعظم ہے۔ کہ قلتِ قرأت کے باوجود ترتیل حدر کے مقابلہ میں افضل ہے اگر چہ حدر میں تلاوت کی کثرت ہے اس لئے کہ مقصود تو قرآن کا فہم اس کے اندر تفقہ پیدا کرنا اور اس پر عمل ہے تلاوت وحفظ تو فہم معانی کا ایک وسیلہ ہیں اس لئے ترتیل افضل ہے اگر اس پر یہ اعتراض ہو کہ کیا ان عجمیوں کیلئے بھی افضل ہے جو قرآن کے معانی وغیرہ کو نہیں سمجھتے؟ تو جواب یہ ہیکہ ہاں ان کیلئے بھی ترتیل افضل ہے کیونکہ ترتیل عظمت واحترام کی طرف زیادہ قریب ہے اور قلوب میں حدر کے مقابلہ میں مؤثر بھی زیادہ ہے اس لئے اب بھی ترتیل افضل ہے۔ کذافی النہایہ صفحہ ۱۹ تا ۲۰ .... ۱۲ر

سوالات

۱ آیت کے بعد علامت وقف واقع ہو تو کس پر ٹھہرنا چاہیئے ؟

۲ میم اور طا کا حکماً فرق بیان کرو؟ ان پر وقف نہ کرنے میں کیا حرج ہے؟

۳ ز۔ص۔ق۔قف۔صل۔صلے۔ میں ہر ایک کا حکماً فرق بیان کرو؟

۴ آیت (لا) اور صل پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہو گی یا اعادہ؟

۵ وقف معانقہ کی تعریف اور اس کا حکم بیان کرو؟

جامع الوقف

آٹھواں سبق۔ سکتہ کی تعریف اور اس کے احکام۔

آواز بند کر دینا اور سانس نہ توڑنا اس کو سکتہ کہتے[1] ہیں۔

۱۔ سکتہ کرتے وقت متحرک کو ساکن کرنا چاہئے اور دو زبر والی تنوین کو الف سے بدلنا چاہئے

۲۔ سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی نہ اتنی کہ سامع کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو۔

۳۔ سکتہ از قسم وقف[2] ہے اسوجہ سے کیفیت سکتہ کیفیت وقف کے حکم میں ہے لہذا زیر اور پیش والی تنوین کو سکتہ میں حذف کر دینا چاہئے۔

۴۔ جس طرح سکتہ موقوف علی الوصل ہے اسی طرح سکتہ کا حکم بھی موقوف علی الوصل[3] ہے یعنی وقف کرنے سے سکتہ کا وجوب اور جواز ساقط ہو جائیگا۔

۵۔ سکتہ کی حالت میں بھی روم/اشمام جائز[4] ہے اگرچہ اداء بوجہ تکلف مستعمل نہیں ہے۔

۶۔ سکتہ کرنا وہیں صحیح ہے جہاں سکتہ ثابت ہو لہذا ہر حرف ساکن پر سکتہ ہو جانے سے احتراز چاہئے۔ البتہ اگر حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سکتہ بطریق جزری جائز ہے اسی کو سکتہ لفظی کہتے ہیں۔

۷۔ سکتہ کرتے وقت حرف مدغم کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے۔ جیسے مـــن سکتہ راق وغیرہ

۸۔ محل وقف پر سکتہ جائز نہیں البتہ جن علامات وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں جائز ہے اسی طرح آیات پر بھی سکتہ جائز[5] ہے۔

۱۔ یعنی بغیر سانس کے توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنے کو سکتہ کہتے ہیں اور اس کا لغوی معنی خاموش ہونا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ سکتہ کی تعریف میں مؤلف نے تھوڑی دیر یا قلیل لمحہ یا قلیل زمانہ وغیرہ اس طرح کی کوئی قید نہیں لگائی جبکہ دیگر حضرات نے لگائی ہے اور حاجت بھی ہے کیونکہ سکتہ کی تاخیر وقف کی تاخیر سے کم ہوتی ہے ورنہ وقفہ اور سکتہ میں کوئی فرق نہیں رہجائیگا تو جواب یہ ھیکہ مصنف سکتہ کی تاخیر کی مدت احکام کے تحت بیان کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ حکم نمبر ۲/ میں بیان کیا کہ سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی نہ اتنی کہ سامع کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو۔ بس حکم نمبر ۲/ سے معلوم ہوا کہ قلیل زمانے کی قید مؤلف کے پیش نظر ہے مگر احکام کے تحت بیان کرنے کی وجہ سے تعریف میں اس قید کے اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں کی اور محض یہ تعریف فرمائی کہ آواز بند کردینا اور سانس نہ توڑنا اس کو سکتہ کہتے ہیں۔ مذکورہ جواب کے علاوہ اسکے اور بھی جوابات ہیں جو ادنی غور و فکر سے معلوم ہو سکتے ہیں لہذا طالب علموں غور کرو۔ ۱۲/

۲ سکتہ از قسم وقف کا مطلب یہ ھیکہ سکتہ وقف ہی کی ایک قسم ہے اس طور پر کہ وقف یعنی ٹھہرنا۔ رکنا یہ چار طرح پر واقع ہوتا ہے۔ وقف۔ سکتہ۔ سکوت۔ قطع۔ جس سے معلوم ہوا کہ سکتہ بھی وقف یعنی ٹھہرنے ہی کی ایک قسم ہے لہذا سکتہ کی کیفیت بھی وقف کی کیفیت کے حکم میں ہوگی۔ یعنی جو احکام وقف کے ہیں۔ مثلاً متحرک کو ساکن۔ تنوین مفتوح کو الف سے اور گول تا کو ہائے ساکنہ سے بدلا جاتا ہے اور زیر و پیشوالی تنوین حذف ہو جاتی ہے یہ سب احکام سکتہ میں بھی جاری ہونگے۔ ۱۲/

۳ اس حکم کا مطلب یہ ھیکہ سکتہ کا وجود وصل پر موقوف ہے یعنی سکتہ وصل کی حالت میں پایا جائیگا۔ اور اگر وقف کر دیا تو چونکہ سکتہ پایا نہیں گیا لہذا واجب یا جائز کا حکم بھی نہیں لگے گا ہاں وصل میں سکتہ کا وجود ہوگا تو واجب اور جائز کا حکم بھی لگے گا اسی کو مؤلف نے فرمایا کہ سکتہ کا حکم بھی موقوف علی الوصل ہے یعنی وقف کر دینے سے سکتہ کا وجوب اور جواز ساقط ہو جائیگا۔ ۱۲/

۴ کذافی حجتہ القاری بحوالہ جعبری ۱۲/منہ

۵ آیات پر سکتہ لغرض الاعلان جائز ہے جیسا کہ خود تنبیہات سکتہ میں بیان فرمایا ہے۔

سکتہ جائز نہیں اگر بلا لحاظ روایت سکتہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۹ آیات پر روایۃً سکتہ جائز نہیں اگر بلا لحاظ روایت سکتہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۰ سکتہ کی علامت (س) ہے خواہ آیت پر ہو یا بلا آیت لیکن درمیان آیت میں سکتہ نہ مرسوم ہو تو نہ کرنا چاہیئے۔

۱۱ سکتہ کرنے میں وقف سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو ایسا سکتہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اس کی ادا موقف علی النقل ہے اسی وجہ سے وقفہ کو سکتہ کہنا صحیح نہیں۔

۱۲ حروف مد کے بعد سکتہ کیا جائے مثلاً۔ الحمدلله رب العٰلمين ۝ الرحمٰن الرحيم ۝ تو اس وقت مد کرنا بھی جائز ہے۔

۱۳ مد متصل پر سکتہ کیا جائے مثل يصدر الرعآء تو اس وقت بوجہ سکونِ عارض طول بھی[ے] جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد منفصل میں بحالت سکتہ مد جائز نہیں۔

۱۴ سکتہ کر کے ابتدا ہی کرنا چاہئے۔ بحالت سکتہ اعادہ جائز نہیں۔

فائدہ۔: جہاں انفصال معنی کی وجہ سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف مناسب نہیں ہوتا وہاں سکتہ ہی کرنے سے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۵ حروف مقطعات پر مثل حٰمٓ عٓسٓقٓ سکتہ کرنا روایۃً[ے] جائز نہیں لہذا ان حرفوں کو ادا کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہئے کہ کسی حرف پر سکتہ نہ ہونے پائے البتہ میم پر بوجہ آیت سکتہ جائز ہے۔

ے طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اس کی وضاحت مد متصل وقفی کے بیان میں دیکھو۔

ے روایۃً جائز نہیں سے یہ مفہوم نکل رہا ہے کہ حروف مقطعات پر بلا لحاظ روایت سکتہ جائز ہے حالانکہ بلا لحاظ روایت بھی سکتہ کرنا جائز نہیں لہذا عبارت میں روایۃً کا مطلب یہ ہیکہ حضرت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سکتہ کرنا جائز نہیں۔ اسلئے کہ ان کے یہاں نقل سے ثابت ہی نہیں ہاں البتہ امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی قرات میں جائز ہے کیونکہ ان کے یہاں نقل سے ثابت ہے۔ ۱۲ر

۱۶ جن کلمات کے آخر میں ہائے سکتہ[۸] ہے ان پر بجز آیت کے سکتہ کرنا[۹] جائز نہیں اس قسم کے سات کلمات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱ **لَمْ يَتَسَنَّهْ** سورہ بقر میں، ۲ **اقْتَدِهْ** سورہ انعام میں، ۳ **كِتَابِيَهْ** سورہ حاقہ میں، ۴ **حِسَابِيَهْ** سورہ حاقہ میں، ۵ **مَالِيَهْ** سورہ حاقہ میں، ۶ **سُلْطَانِيَهْ** سورہ حاقہ میں، ۷ **مَاهِيَهْ** سورہ قارعہ میں۔

---

۸ ہائے سکتہ اس ہا کو کہتے ہیں جو کلمہ موقوف علیہ کے آخری حرف کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے بعض کلمات کے آخر میں زیادہ کی جائے۔:اور رہا یہ کہ حفاظت کیلئے ھا ہی کو کیوں زیادہ کیا؟ تو جواب یہ ھیکہ ھا حرف اضعف ہے جسکی وجہ سے اسکو خوب ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے۔ پس جب اسکا اظہار ہوگا تو ماقبل کے حرف کی حرکت خود بخود ظاہر ہو جائیگی اس لئے ھا کا انتخاب کیا۔ اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تعریف سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا تعلق صرف وقف سے ہے تو پھر وصل میں اسکو کیوں پڑھتے ہیں۔ تو جواب یہ ھیکہ وصل میں اسکو اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں مرسوم ہے ۱۲ر کذا فی کتب الفن

۹ چونکہ ہائے سکتہ کے نام سے یہ تو ہم ہوتا تھا کہ اس پر سکتہ ہوتا ہوگا۔ اس لئے اس وہم کو اس حکم کے ذریعہ رفع فرما دیا۔ ہاں جہاں ہائے سکتہ کے بعد آیت ہے تو بوجہ آیت سکتہ کرنا جائز ہے۔ ۱۲ر

****

﴿جامع الوقف﴾

فائدہ :- سکتہ کی دو قسمیں ہیں۔ سکتہ لفظی[۱۰]۔ سکتہ معنوی۔ سکتہ لفظی وصل کے حکم[۱۱] میں ہے لیکن بروایت حفص یہ سکتہ جائز نہیں بجز اس صورت کے جو طریق جزری سے ہے۔

۱۷ آیات پر نیز جو سکتے مرسوم ہیں وہ سکتے معنوی ہیں لہذا معلوم ہونا چاہئے۔ کہ سکتے معنوی وقف کے معنی میں ہیں اور سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہیں۔

۱۸ حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت[۱۲] میں ذیل کے چار کلمات پر سکتہ واجب ہے۔

۱ سورہ کہف میں لفظ **عِوَجا** پر۔ ۲ سورہ یٰسین میں **مِنْ مَّرْقَدِنَا** پر۔

۳ سورہ قیامہ میں **قِيْلَ مَنْ** پر۔ ۴ سورہ مطففین میں **كَلَّا بَلْ**[۱۳] پر۔

۱۹ علامات وقف میں سے صرف **مِنْ مَّرْقَدِنَا** پر سکتہ واجب ہے۔ اس پر اگرچہ وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ کرنا واجب[۱۴] ہے۔

۲۰ ائمہ وقف سے درمیان آیت میں صرف چار جگہ سکتہ جائز ہے۔

۱ اعراف میں **ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا** پر۔ ۲ اعراف میں **اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا** پر۔

۳ یوسف میں **اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا** پر۔ ۴ قصص میں **يُصْدِرَ الرِّعَآءُ** پر۔

---

۱۰ ہمزہ کو صاف اور محقق ادا کرنے کی غرض سے جو سکتہ کیا جائے اسکو سکتہ لفظی کہتے ہیں۔ اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ قطعی ہو جیسا کہ ماقبل میں معلوم ہوا۔ خواہ ہمزہ ایک کلمہ میں ہو جیسے اِلْاَنْسَان وغیرہ یا دوسرے کلمہ میں ہو۔ جیسے **قَدْ اَفْلَحَ** وغیرہ۔ سکتہ معنویہ: جن مواقع میں از روئے انفصالِ معنی بین الکلمتین سکتہ کیا جائے اسکو سکتہ معنوی کہتے ہیں۔ ۱۲ر

۱۱ یعنی جس طرح کلمہ وصل میں پڑھا جاتا ہے اسی طرح سکتہ لفظی کی صورت میں بھی پڑھا جائیگا۔ مثلاً وصل میں تنوین حذف نہیں ہوتی اور گول ۃ تا ہی رہتی ہے اسی طرح سکتہ لفظی کی صورت میں تنوین حذف نہیں ہوگی۔ اور گول ۃ تا ہی رہے گی ۱۲ر

۱۲ بطریق شاطبی واجب ہے۔ اور بطریق جزری سکتہ اور ترک سکتہ دونوں جائز ہے۔ ۱۲/

۱۳ ان سکتات واجبہ کی غرض یہ ہیکہ **عِوَجاً** پر سکتہ سے مقصود یہ بتانا ہیکہ اس کے بعد لفظ **قیما عِوَجاً** کی صفت نہیں ہے بلکہ اگر **وَلَمْ یجعل له** کو **الکتاب** سے حال قرار دیں تب تو **قیما له** کی ہ سے حال ہے اور اگر **ولَمْ یجعل له** کو **انزل** پر معطوف مان لیں تو **قیما** فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تقدیر انزلہ قیما ہے۔ پس اب قیما اس ہ سے حال ہے جو انزلہ مقدر میں ہے (نشر) گو عوجا اور قیما دونوں **الکتاب** سے متعلق ہیں یعنی دونوں صفتیں کجی نہ ہونا اور سیدھے پن کا ہونا قرآن پاک ہی سے متعلق ہیں یہ دلیل وصل ہے۔ مگر چونکہ وصل سے شبہ ہوسکتا ہے کہ قیما۔ عوجا کی صفت ہے کیونکہ دونوں منصوب ہیں وصل کا اشتباہ مقتضی ہے کہ دونوں میں وصل ہی نہ ہو بلکہ ان میں انفصال ہونا چاہئے اور انفصال وقف کی دلیل ہے پس وصل و وقف کے دو متضاد تقاضوں کے جمع ہونے کی صورت میں سکتہ ہی ایک ایسی ادا ہے جس میں وصل و وقف دونوں موجود ہیں جس سے اتصال وانفصال برقرار رہتے ہیں۔۔ اسی طرح **مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ** ،الخ۔ یہ پورا کلام (مکالماتی انداز میں) یوم قیامت سے متعلق ہے اس اعتبار سے ان میں اتصال ہے جو کہ وصل کا متقاضی ہے۔ مگر پھر بصورت وصل یہ اندیشہ ہے کہ کوئی **هذا کا مشا رالیہ مرقدنا** کو سمجھے جو صریح مغالطہ اور مراد خداوندی کے خلاف گویا اس کو بھی کلام کفار کا ایک جز قرار دے دیا حالانکہ یہ کلام یا تو فرشتوں کا ہے یا صالح مؤمنین کا معلوم ہوا کہ دونوں کے قائل علیحدہ علیحدہ ہیں لہذا وقف ہونا چاہئے۔ پس یہاں بھی دو متضاد تقاضے جمع ہوئے جن کا حل سکتہ ہی ہے۔ **من راق** ۔اور **بل ران** ۔ظاہر ہے کہ اول میں من اور ثانی میں بل معنوی اعتبار سے اپنے مابعد سے متعلق ہیں لہذا وصل ہونا چاہئے۔

مگر وصل کی صورت میں ادغام کرنا ہوگا جس کی وجہ سے (من راق) **"مَرَّاق"** ہو کر 'مارق' کے صیغہ مبالغہ کے ساتھ التباس ہوگا اور **بل ران** "برّان" ہو کر **برٌّ** کے تثنیہ ہونے کا وہم ہوگا جو خلاف حقیقت ہے کہ دونوں الگ الگ لفظ ہیں۔ اس مغالطہ کا تقاضہ ہیکہ فصل یعنی اظہار کیا جائے اس طرح ان دو مواقع میں دو متضاد تقاضے جمع ہوئے۔ لہذا اب سکتہ ہی ایک ایسی صورت ہے جس میں دونوں کی رعایت ہو جاتی ہے۔ نیز سکتہ سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ علت ادغام جہاں بھی موجود ہو ادغام ہی ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں بلکہ یہ ادغام روایت پر موقوف ہے چنانچہ یہاں روایۃً ادغام نہ ہونے کی وجہ سے ادغام نہیں ہوا۔ کذا فی کتب الفن۔ ۱۲/

۱۴ وقف لازم پر اگرچہ وقف کرنا ضروری ہے مگر نہ ایسا کہ ترک جائز نہ ہو جیسا کہ محقق امام جزری رحمتہ اللہ علیہ مقدمتہ الجزریہ میں فرماتے ہیں ولیس فی القران من وقفٍ وَجَبْ۔ یعنی قرآن میں کوئی بھی وقف ایسا نہیں ہے جو (شرعاً) واجب ہو۔ لہذا قاری کا بوجہ سکتہ وقف نہ کر کے وصل کرنا بھی صحیح ہے اور اس وقت سکتہ کرنا واجب ہوگا اور اگر وقف کرلیا تو سکتہ ساقط ہو جائیگا اور ترک وجوب نہ لازم آئیگا۔ چونکہ سکتہ حالت وصل میں پایا جاتا ہے۔ ۱۲/

۱۲ بطریق شاطبی واجب ہے۔ اور بطریق جزری سکتہ اور ترک سکتہ دونوں جائز ہے۔ ۱۲ر

۱۳ ان سکتات واجبہ کی غرض یہ ہیکہ عِوَجاً پر سکتہ سے مقصود یہ بتانا ہیکہ اس کے بعد لفظ قیما عوجا کی صفت نہیں ہے بلکہ اگر وَلَمْ يَجْعَل لَّه کو الكتاب سے حال قرار دیں تب تو قیما لہ' کی ہ سے حال ہے اور اگر ولَمْ يَجْعَل لَّه 'کو انزل پر معطوف مان لیں تو قیما فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تقدیر انزلہ قیما ہے۔ پس اب قیما اس ہ سے حال ہے جو انزلہ مقدر میں ہے (نشر) گو عوجا اور قیما دونوں الکتاب سے متعلق ہیں یعنی دونوں صفتیں کجی نہ ہونا اور سیدھے پن کا ہونا قرآن پاک ہی سے متعلق ہیں یہ دلیل وصل ہے۔ مگر چونکہ وصل سے شبہ ہو سکتا ہے کہ قیما۔ عوجا کی صفت ہے کیونکہ دونوں منصوب ہیں وصل کا اشتباہ مقتضی ہے کہ دونوں میں وصل ہی نہ ہو بلکہ ان میں انفصال ہونا چاہئے اور انفصال وقف کی دلیل ہے پس وصل و وقف کے دو متضاد تقاضوں کے جمع ہونے کی صورت میں سکتہ ہی ایک ایسی ادا ہے جس میں وصل و وقف دونوں موجود ہیں جس سے اتصال وانفصال برقرار رہتے ہیں۔۔اسی طرح مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ ،الخ. یہ پورا کلام (مکالماتی انداز میں) یوم قیامت سے متعلق ہے اس اعتبار سے ان میں اتصال ہے جو کہ وصل کا متقاضی ہے۔ مگر پھر بصورت وصل یہ اندیشہ ہے کہ کوئی ھذا کا مشار الیہ مرقدنا کو سمجھے جو صریح مغالطہ اور مراد خداوندی کے خلاف گویا اس کو بھی کلام کفار کا ایک جز قرار دے دیا حالانکہ یہ کلام یا تو فرشتوں کا ہے یا صالح مؤمنین کا معلوم ہوا کہ دونوں کے قائل علیحدہ علیحدہ ہیں لہذا وقف ہونا چاہئے۔ پس یہاں بھی دو متضاد تقاضے جمع ہوئے جن کا حل سکتہ ہی ہے۔ من راق۔ اور بل ران۔ ظاہر ہے کہ اول میں من اور ثانی میں بل معنوی اعتبار سے اپنے مابعد سے متعلق ہیں لہذا وصل ہونا چاہئے۔

مگر وصل کی صورت میں ادغام کرنا ہوگا جس کی وجہ سے (من راق) "مَرَّاق" ہوکر "مارق" کے صیغۂ مبالغہ کے ساتھ التباس ہوگا اور بل ران "برّان" ہوکر بَرٌّ کے تثنیہ ہونے کا وہم ہوگا جو خلاف حقیقت ہے کہ دونوں الگ الگ لفظ ہیں۔ اس مغالطہ کا تقاضہ ہیکہ فصل یعنی اظہار کیا جائے اس طرح ان دو مواقع میں دو متضاد تقاضے جمع ہوئے۔ لہذا اب سکتہ ہی ایک ایسی صورت ہے جس میں دونوں کی رعایت ہو جاتی ہے۔ نیز سکتہ سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ علت ادغام جہاں بھی موجود ہو ادغام ہی ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں بلکہ یہ ادغام روایت پر موقوف ہے چنانچہ یہاں روایۃً ادغام نہ ہونے کی وجہ سے ادغام نہیں ہوا۔ کذا فی کتب الفن۔ ۱۲ر

۱۴ وقف لازم پر اگر چہ وقف کرنا ضروری ہے مگر نہ ایسا کہ ترک جائز نہ ہو جیسا کہ محقق امام جزری رحمتہ اللہ علیہ مقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں ولیس فی القران من وقفٍ وَجَبْ۔ یعنی قرآن میں کوئی بھی وقف ایسا نہیں ہے جو (شرعاً) واجب ہو۔ لہذا قاری کا بوجہ سکتہ وقف نہ کر کے وصل کرنا بھی صحیح ہے اور اس وقت سکتہ کرنا واجب ہوگا اور اگر وقف کر لیا تو سکتہ ساقط ہو جائیگا اور ترک وجوب نہ لازم آئیگا۔ چونکہ سکتہ حالت وصل میں پایا جاتا ہے۔ ۱۲ر

تنبیہات سکتہ

۱ جن مواقع پر ائمہ وقف کے نزدیک سکتے جائز ہیں ان کو روایۃ نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ کذب فی الروایۃ لازم آئیگا۔ البتہ بلا لحاظ روایت سکتہ کرنا جائز ہے۔

۲ آیات پر سکتہ چونکہ لغرض الاعلان جائز ہے اس لئے مناسب نہیں کہ کسی آیت پر سکتہ کیا جائے اور کہیں نہ کیا جائے۔

۳ سکتہ نہ بلا ثبوت جائز ہے اور نہ بلا ضرورت سکتہ بہتر ہے۔

۴ سکتہ کرتے وقت ہمزہ یا ہا کی آواز نہ ظاہر ہونے پاوے ورنہ ایک حرف کی زیادتی لازم آئیگی۔

۵ یہ جو مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ ہے یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔[15]

---

[15] جیسا کہ شرح جزری لملا علی قاری صفحہ ۶۳ میں ہے **وَمَا اشتهر علىٰ لسان بعضِ الْجهلةِ من القران فی سورۃ الفاتحة ـ للشیطانِ کذامنِ الاسماء فی مثلِ هٰذه التراکیبِ من البناء فخطاءٌ فاحشٌ واطلاقٌ قبیحٌ ثمه سَکْتُهُمْ علیٰ نحودالِ الحمدِ وکافِ ایاک وامثالها غلط صریح** ـ شرح جزری صفحہ ۶۳/۔

یعنی بعض جاہلوں کی زبان پر جو یہ مشہور ہے کہ قرآن میں سورہ فاتحہ کے اندر **دُلِّ هَرْب** وغیرہ جیسی تراکیب میں شیطان کے سات نام ہیں تو یہ خطاء فاحش اور بے ہودہ قول ہے اور پھر جاہلوں کا **الحمد** کی دال۔ **ایاک** کے کاف اور ان کے مثل دوسرے کلمات پر سکتہ کرنا کھلی ہوئی اور واضح غلطی ہے۔ (وکذا فی الفتاوی الرضویہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ سوالات ☆

۱ سکتہ از قسم وقف ہے، اس کا مطلب بیان کرو؟

۲ سکتہ کرتے وقت پڑھنے والے کو کیا کرنا چاہئے ؟

۳ آیات اور علامات وقف پر سکتہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

۴ لفظ مِنْ مَّرْقَدِنَا پر وقف ضروری ہے یا سکتہ ؟

۵ سکتہ میں کس قدر توقف اور تاخیر ہونی چاہئے ؟

مفصل جواب تحریر کرو۔

جامع الوقف۔۔۔۔۔۔۔۔۔نواں سبق

سکوت کی تعریف اور اس کے احکام

وقف کرنے کے بعد قرآن کے متعلق کسی ضرورت سے ابتدا کرنے میں جو تاخیر ہو اسکو سکوت[1] کہتے ہیں۔

۱۔ سکوت میں بھی وقف کیطرح ابتدا اور ارادۂ قرات ضروری ہے۔ سکوت کے بعد ابتدا نہ کی گئی یا بحالت سکوت کسی دوسری طرف ذھن منتشر ہو گیا یا ارادہ منقطع ہو گیا تو سکوت نہ ہوگا۔

۲۔ سکوت جمیع احکام میں مثل وقف[2] کے ہے باوجودیکہ تاخیر مزید ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

۳۔ سکوت کے توقف اور تاخیر کی اگرچہ کوئی حد نہیں جبکہ ذہن نہ منتشر ہوتاہم طویل سکوت مناسب نہیں اسلئے کہ وقف اور سکوت سے قرات افضل ہے۔

۴۔ سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاہم کلام اجنبی[3] سے سکوت جاتا رہے گا۔

۵۔ وقت گزرنے یا جگہ بدلنے سے سکوت کا حکم ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ ذھن دوسری طرف نہ منتقل ہو مثلاً پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہے یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کیلئے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑی۔ تو کوئی حرج نہیں یہ بھی سکوت کے حکم میں ہے۔

۱۔ لغوی معنی چپ رہنا، خاموش ہونا ۱۲ر

۲۔ لہذا جن احکام کا اجرا، وقف میں ہوتا ہے ان تمام احکام کا اجرا، سکوت میں بھی ہوگا جیسے وقف میں حرف موقوف کو ساکن کرنا۔ تنوین مفتوح کو الف سے اور تائے مدورہ کو ہائے ساکنہ سے بدلنا بلکہ یہاں تک حکم میں ایک ہیں کہ جس طرح بعد وقف ابتدا کرتے وقت استعاذہ نہیں ہوتی۔ تاخیر مزید کے باوجود۔ سکوت کے بعد بھی استعاذہ کی حاجت نہیں ۱۲ر

۳۔ کلام اجنبی جس کا تعلق متعلقات قرآن سے نہ ہو اگرچہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو لہذا استعاذہ کو دھرانا ہوگا۔ ۱۲

۶ قاری وقف کرنے کے بعد تجوید وقرأت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگے بشرطیکہ وعظ کہنا مقصود نہ ہو، تو ان صورتوں میں بھی سکوت ہی ہوگا۔

۷ مشق کرتے کراتے وقت سننے سنانے کیوجہ سے درمیان قرات میں جو تاخیر ہوگی وہ بھی سکوت ہی ہوگا۔

۸ سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کیلئے تنبیہ کی گئی تو صحیح ہے ورنہ تنبیہ کے وقت اگر کوئی کلام فحش نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائیگا۔

۹ منافیِ قرأت سے سکوت کا حکم جاتا رہتا ہے لہذا ابتدا کرتے وقت پھر استعاذہ کرنا چاہئے۔

۱۰ وقف اضطراری کی حالت میں اگر تاخیر مزید ہوئی تو اس صورت میں بھی سکوت ہی ہوگا بشرطیکہ کسی ایسی ضرورت میں نہ مشغول ہو جس سے منافی قرأت لازم آئے۔

۱۱ کسی آیت کی تکرار یا کسی سورۃ کے بار بار پڑھنے کی وجہ سے دوسری آیت یا دوسری سورت کے شروع کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سکوت نہیں ہے بلکہ وہ عین قرأت ہے۔

۱۲ بلا وجہ سکوت اختیار کرنے سے سکوت صحیح[۴] نہ ہوگا لہذا ایسے غلط سکوت سے احتراز کرنا چاہئے تا کہ قرأت فوت نہ ہونے پائے۔

۱۳ سکوت بھی اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن سکوت ہمیشہ آیت[۵] ہی پر کرنا چاہئے۔

---

۴ بلکہ قطع ہو جائیگا۔ لہذا استعاذہ دوبارہ پڑھنا ہوگی کیونکہ اعراض عن القران لازم آئے گا ۱۲۔

۵ کیونکہ ہر آیت سورہ کیلئے بمنزلہ جزء سورت ہے لہذا سکوت کیلئے کم از کم ایک جز کا تو اختتام ہو اس لیے سکوت درمیان آیت میں اس جگہ جائز نہیں جہاں کوئی علامت وقف بھی نہ ہو۔ یاد رہے اس حکم کا تعلق سکوت اختیاری کے ساتھ ہے ورنہ غیر اختیاری سکوت درمیان آیت میں بھی بوجہ اضطرار صحیح ہے۔ ۱۲

لیکن اگر موضع سکتہ پر آیت یا علامت وقف ہے۔ مثلاً۔ **عوجا**۔ اور **من مرقدنا** پر تو اس وقت موضع سکتہ پر سکوت صحیح ہے۔

****

سکوت علامات وقف پر بہتر نہیں اور درمیان آیت میں جائز نہیں۔

۱۴۔ سکوت علامات وقف پر بہتر نہیں اور درمیان آیت میں جائز نہیں۔

۱۵۔ موضع سکتہ پر سکوت جائز نہیں اسلئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں۔

تنبیہ۔ تلاوت کرتے وقت کوئی دوسرا شغل نہ ہونا چاہیئے خلاف ادب ہے لہذا سکوت کی حالت میں چائے وپان وغیرہ کا استعمال مناسب نہیں اور اگر قرأت میں خلل واقع ہوتو جائز نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوالات

۱۔ سکوت اور سکتہ میں حقیقۃً کیا فرق ہے ؟

۲۔ سکوت کی ضرورت اور محل بیان کرو۔

۳۔ سکوت کے بعد ابتدا کرتے وقت استعاذہ ہوگا یا نہیں ؟

۴۔ سکوت میں کس قدر تاخیر کیجا سکتی ہے ؟

۵۔ کن باتوں سے سکوت کا حکم ساقط ہوتا ہے ؟

﴿جامع الوقف﴾

قطع کی تعریف اور اسکے احکام

وقف کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع[1] کہتے ہیں۔

۱ وقف کرنے کے بعد اگر چہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو لیکن پڑھنا بند نہیں کیا تو اس کو قطع نہ کہیں گے۔

۲ وقف کرنے کے بعد پھر نہ پڑھا گیا اگر چہ پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن یہ قطع ہو جائیگا۔

۳ قطع قرات کو قطع[2] ارادہ لازم ہے لیکن اگر کوئی مانع پیدا ہو گیا تو اس سے قطع ہو جائیگا۔

مثلاً۔ کسی کے سلام کا جواب ہی دیا گیا ہو۔

فائدہ:۔ قطع کی دو صورتیں۔ قطع حقیقی۔ قطع اتفاقی۔

۱ قرآت کا ختم کرنا ہی مقصود ہو تو اسکو قطع حقیقی کہیں گے۔

۲ اثنائے قرأت میں کوئی امر مانع ہو تو اسکو قطع اتفاقی کہیں گے۔

۴ سکوت میں اگر چہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قرأت میں پیدا ہو گئی تو قطع ہو جائیگا۔

۵ اثنائے قرآت میں کسی وجہ سے قطع لازم آئے تو ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنا چاہئے

۶ بلا وجہ سکوت کیا اگر چہ فوراً ہی پڑھنے لگا تو باوجود ارادہ، قرآت قطع ہو جائیگا اسلئے کہ قطع کے بعد عدم ابتدا ضروری نہیں[3] اور نہ توقف اور تاخیر شرط ہے۔

---

[1] قطع کے لغوی معنی ہیں کاٹنا۔ توڑنا۔ جدا کرنا ۱۲/

[2] اس سے مراد قطع حقیقی ہے ۱۲/

[3] جبکہ قطع اتفاقی واقع ہو ورنہ قطع حقیقی کو عدم ابتدا لازم ہے۔ ۱۲/ منہ

۷ سکوت کی حالت میں پڑھنے کا خیال جاتا رہا تو اس سے بھی قطع ہو جائیگا۔

۸ قرآن مجید ختم کرنے کو قطع لازم نہیں تاوقتیکہ پڑھنے کا ارادہ بھی نہ منقطع ہو۔ لہذا یہ قطع نہ ہوگا۔

۹ قطع بھی چونکہ از قسم وقف ہے لہذا قطع بھی جمیع احکام میں مثل وقف کے ہے۔

۱۰ جس طرح وقف کیلئے کسی موقف اور محل کا وجود ضروری ہے اسی طرح قطع کیلئے بھی کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ ع؛ مقطع کی علامت جسکو عوام الناس اس پر رکعت کرنے کی وجہ سے اسکو رکوع کہنے لگے حالانکہ خود رکعت وغیرہ کی ضرورت سے بھی کسی نہ کسی مقطع کی حاجت ہوتی ہے۔ چنانچہ عموماً علامت مقطع ۔ع۔ پر رکعت کیجاتی ہے اس وجہ سے اسکو رکوع بھی کہہ سکتے ہیں۔

۱۱ قطع ختم قرآت کو کہتے ہیں لہذا ختم قرآت کسی جزء کامل پر ہونا چاہئے خواہ منزل ہو یا ختم سورت ختم پارہ ہو یا نصف۔ ربع ہو یا رکوع ان پر قطع بہتر ہے جبکہ ختم تلاوت مقصود ہو۔

۱۲ قطع کیلئے اصل محل دو ہیں جنکی پابندی بآسانی ممکن ہے۔ اول رکوع۔ دوسرا آیات۔ لہذا قطع کرتے وقت مقطع کی پابندی ضروری ہے۔

۱۳ جن آیتوں پر علامت وصل ہو ان پر قطع نہ کیا جائے تو بہتر[ؔ] ہے۔

[ؔ] اس لئے کہ جب وقف محل قوی کا متقاضی ہوتا ہے تو قطع حقیقی کیلئے تو بدرجہ اولیٰ قوی محل ہونا چاہئے یا کم سے کم محل وقف کی سی قوت تو ضروری ہے لہذا جب علامت وصل اصل میں محل وقف ہی نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ قطع کا محل بھی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً **فویل للمصلین** ہ لا اس لئے اولاً تو اس پر علامت وصل کی وجہ سے قطع کرنا۔ صحیح نہیں لیکن چونکہ اس جگہ آیت ہے اور آیت سورت کے ایک جز کی تکمیل ہے لہذا تکمیل جز کے اعتبار سے یہ محل قطع بھی ہے۔ تو پس اس جگہ آیت کی رعایت میں قطع بھی جائز ہوا مگر علامت وصل کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے۔ ۱۲

۱۴ درمیان آیت اور علامت وقف پر قطع ہرگز جائز نہیں۔

۱۵ قطع کرتے وقت صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشاھدین والحمد للہ رب العلمین۔ وغیرہ کے الفاظ کہنا بہتر ہے تاکہ سامع کو قرآت کا انتظار نہ ہو۔

تنبیہ:۔ اثنائے قرآت میں ہر ایسی بات سے بچنا چاہئے جس سے قطع لازم آئے۔

سوالات

۱ قطع کی تعریف اور صورتیں بیان کرو؟

۲ قطع اتفاقی اور سکوت میں کیا فرق ہے؟

۳ پڑھتے پڑھتے سجدہ تلاوت ادا کیا گیا تو یہ قطع ہوگا یا سکوت؟

۴ قطع حقیقی اور قطع اتفاقی کے محل بیان کرو؟

۵ قطع کرتے وقت کس قسم کے الفاظ ادا کرنا بہتر ہے؟

فائدہ: جس طرح وقت کو ابتدا لازم ہے اسی طرح معرفت وقف کے بعد ابتدا وغیرہ کی معرفت بھی ضروری ہے لہذا پڑھنے والوں کو چاہئے کہ ابتداء۔ اعادہ اور وصل کے احکام کتاب معرفۃ الوقوف سے معلوم کریں۔ میں نے اس میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فقط.....

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ناروی

مدرس۔ شعبۂ تجوید و قرأت۔

مدرسہ سبحانیہ الہ آباد۔ یکم صفر ۱۳۶۵ھ

۵. تا کہ قاری بے قاعدہ اور بے محل ابتدا نہ کرے ۱۲

☆☆☆
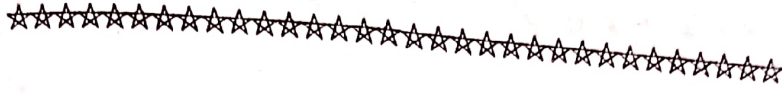
الحمد للہ جل مجدہ حاشیہ **جامع الوقف** پایہ تکمیل کو پہونچا۔ مولائے کریم اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور دینی طلبہ کیلئے مفید اور نفع بخش بنائے۔

اللّٰھُمّ لک الحمد وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

احقر بے توقیر **شکیل احمد نوری نصروی عفی عنہ**

خادم التجوید والقرات

دار العلوم سلطان الہند و رضا۔ بھیلواڑہ

۲۴ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ ۳۰ رمئی ۲۰۰۸ء بروز جمعہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یارسول اللہ

اشعة اللمعات
شرح مشکوٰۃ

جاء الحق

بارہ تقریریں

ایضاح القرات
ضیاء القرات

مجموعہ
خطب علمی

کراماتِ صحابہ

قرات حفص کا مکمل
قراۃ کورس

روحانی عملیات

نماز حنفی
سچی نماز